ISSN:2410-535X

شعبہ علوم اسلامیہ وعربی کے طلبہ کا ترجمان

سہ ماہی

جستجو

گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی فیصل آباد

شعبہ علوم اسلامیہ وعربی کے طلبہ کا ترجمان

سہ ماہی

جستجو

ISSN:2410-535X

شمارہ ۲ جنوری تا مارچ ۲۰۱۵ء

گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی،
فیصل آباد، پاکستان

فہرست

ہدایات برائے مقالہ نگاران

سہ ماہی ''جستجو'' کے لیے تحریر بھیجنے والے سکالرز درج ذیل ہدایات کی پابندی کریں۔

متنِ مقالہ:

۱۔ مضمون مکمل طور پر باحوالہ اور تحقیق کے اصولوں کے مطابق ہو، متنازع، جانبدارانہ یا فرقہ وارانہ نوعیت کا نہ ہو۔

۲۔ براہِ راست اقتباسات کم سے کم ہوں، حاصلِ مطالعہ کو اپنے لفظوں میں، لیکن درست مفہوم کے ساتھ بیان کرنے کی بھرپور مشق کریں۔

۳۔ حتی الوسع بنیادی مصادر سے ہی استفادہ کیا جائے، ثانوی ماخذ صرف انتہائی مجبوری (اصل کتاب نہ ملنے کی صورت) میں بروئے کار لایا جائے۔

۴۔ پہلا پیراگراف تعارف و تمہید کا سا انداز لیے ہوئے ہو اور آخری پیراگراف کا انداز خلاصہ اور بیانِ نتائج کا ہو۔

۵۔ مضمون اردو، انگریزی، عربی یا فارسی زبان میں ہو، کسی دوسری زبان میں شائع شدہ اہم تحریر کا اردو ترجمہ بھی اشاعت کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔

۶۔ مضمون ارسال کرنے سے قبل املاء کی اغلاط کی اچھی طرح تصحیح کرنا مقالہ نگار کی اہم ذمہ داری ہوگی۔

کمپوزنگ:

۱۔ مضمون Inpage میں کمپوز کیا ہوا بھیجیں اور Soft Copy کی سی ڈی یا ای میل کرنے کے ساتھ ساتھ دو (2) عدد Hard Copies بھی جمع کرائیں۔

۲۔ مضمون کی ضخامت کمپوز کیے ہوئے 7x4 انچ سائز کے دس سے پندرہ صفحات ہو۔

۳۔ مضمون کے ہمراہ اس کا ملخص (Abstract) انگریزی زبان میں ارسال کیا جائے جو 100-70 الفاظ پر مشتمل ہو۔

۴۔ اردو اور فارسی مضامین کا فونٹ سائز 14pt، عربی کے لیے 16pt اور انگریزی مضامین کا فونٹ سائز 12pt ہو، عنوان 20pt اور ذیلی سرخیاں 16 فونٹ سائز میں ہوں۔

۵۔ اردو اور فارسی کے لیے فونٹ Noori Nastaliq، انگریزی کے لیے Times New Roman اور عربی کے لیے Trad Arabic فونٹ استعمال کریں۔

۶۔ متن میں آنے والی آیاتِ قرآنی کے لیے Trad Arabic Bold اور احادیث یا دیگر عربی عبارات کے لیے Trad Arabic فونٹ استعمال کریں۔

۷۔ آیاتِ قرآنی پر مکمل اعراب لگائیں، احادیث پر بھی ضروری اعراب لگا ہوا ہو۔

۸۔ مضمون کے ساتھ لکھنے والے کا مکمل نام، کلاس بمعہ سیشن، رابطہ نمبر اور ای میل ایڈریس بھی لکھا جائے۔

حوالہ جات:

متن میں حوالے کے نمبر چھوٹی بریکٹ میں اردو اعداد (۱، ۲، ۳) کی صورت میں مسلسل لگائے جائیں اور حوالہ جات مضمون کے اختتام پر درج ذیل اسلوب کے مطابق لگائیں۔

۱۔ قرآنی آیت کا حوالہ: نام سورۃ: آیت نمبر مثلاً العلق: ۵

۲۔ حدیث کا حوالہ: نام مؤلف، نام کتاب، مقام اشاعت: ادارۂ اشاعت، سن اشاعت، باب کا نام، رقم الحدیث
مثلاً ابن ماجہ، محمد بن یزید قزوینی، السنن، ریاض: دارالسلام، ۱۴۲۲ھ، کتاب الفتن، رقم الحدیث ۳۹۳۲

۳۔ بائبل کا حوالہ: کتاب کا نام، باب نمبر: جملہ نمبر مثلاً یوحنا۵: ۲۶

۴۔ کتاب کا حوالہ: مصنف کا معروف نام، پورا نام، کتاب کا نام، ترجمہ کی صورت میں مترجم کا نام، مقام اشاعت، ادارۂ اشاعت، سن اشاعت، جلد نمبر (اگر ہو تو) صفحہ نمبر (سن اشاعت درج نہ ہونے کی صورت میں 'س ن' لکھیں۔)
مثلاً طحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد، العقیدۃ الطحاویۃ، کراچی: مکتبۃ البشریٰ، ۲۰۰۷ء، ص ۱۵، ۱۶

۵۔ مجلّے کا حوالہ: نام مقالہ نگار، مقالہ کا عنوان، مجلہ کا نام، جائے اشاعت، جلد نمبر، شمارہ نمبر، صفحہ نمبر
مثلاً محمد ہمایوں عباس، ڈاکٹر، مولانا محمد حنیف ندویؒ اور ان کی تفسیر سراج البیان، مشمولہ: تحقیقاتِ اسلامی علی گڑھ، مارچ ۲۰۱۴ئ، جلد: ۳۳، شمارہ ۱، ص: ۸۸

۶۔ کسی کتاب کا دوبارہ حوالہ: i۔ فوراً بعد آئے تو ایضاً لکھ کر صفحہ نمبر درج کر دیں۔ ii۔ اگر کچھ حوالوں کے بعد دوبارہ آئے تو اختصار ملحوظ رکھتے ہوئے مصنف اور کتاب کا نام لکھ کر صفحہ نمبر دے دیں۔
مثلاً i۔ ایضاً، ص ۲۰ ii۔ طحاوی، العقیدۃ الطحاویۃ، ص ۲۴

۷۔ انگریزی میں ایضاً کے لیے Ibid اور ص کے لیے P لکھا جائے۔

نوٹ: اگلے شمارے کے لیے مضامین ۳۰ اپریل ۲۰۱۵ء تک بھیج دیں۔

خصائص نبوی ﷺ: قرآن کی روشنی میں

محمد رمضان☆

***ABSTRACT*:**

The article describes those excellences with which Allah has honored none other than Muhammad (P.B.U.H) and they are in The Holy Quraan. He has the last heavenly Book, revocatory and abolishing SHARIAH. He is the IMAM of both the QIBLAs. Allah has pleased him and he is the supreme among all the Prophets and has several names and attributes, he completed the DEEN. Allah has made the loot during wars permissible for him. Mirth of Allah and the Prophet (P.B.U.H) is the same. The Qur'an is beyond the alteration. Allah swears on his life. He meets Allah during the Night of Ascension. MAQAM-e-MAHMOOD is his prerogative, the Mercy of all universes and the supreme role model. Allah and His angels descend Salah on him. His followers are the best and his prophethood is universal. Allah has ordered to lower voice before him. He splits the moon and is destined to have KAUTHAR and eternal glory.

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے اپنے خاص بندوں کا انتخاب فرمایا اور یہ سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور نبی اکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ پر مکمل ہوا۔ خالق کائنات نے ان اپنے برگزیدہ بندوں کو وہ مقام اور عظمت عطا فرمائی جو عام انسانوں کی سوچ

☆ پی ایچ۔ ڈی اسکالر (سیشن ۲۰۱۳۔۲۰۱۶ئ)

سے بھی باہر ہے۔ پھر ان انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ آخری نبی ﷺ کو سب سے زیادہ فضیلت وعظمت اور رفعت عطا فرمائی۔

اس مضمون میں آنحضور ﷺ کی ان خاص عظمتوں اور رفعتوں کا تذکرہ ہے جن سے اللہ نے اور کسی بھی نبی کو سرفراز نہیں فرمایا۔ اس مضمون میں قرآنی آیات پر مبنی وہ خصائص ہیں جو دیگر کسی دوسرے رسول یا نبی کے نہیں ہیں۔

آخری کتاب والے رسول ﷺ:

حضور اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب سماوی کتب میں سے آخری کتاب ہے۔ آپ ﷺ پر نبوت ورسالت کا سلسلہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور قرآن آخری کتاب ہے جو کہ آخری نبی ﷺ پر نازل ہوئی۔ قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر متقین کی بیان کی گئی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے:

وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُون بماانُزِلَ اِلَیکَ وَ مَااُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ (۱)

''اور وہ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا وراس پر (ایمان لاتے ہیں) جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔''

مذکورہ آیت میں حضور اکرم ﷺ سے قبل کتب یا صحف کے نزول کا تذکرہ تو ہے مگر آپ ﷺ کے بعد کسی بھی کلام کا تذکرہ نہیں ہے جو آسمان سے نازل ہو اور اس پر ایمان لانا مومنین کی صفت کہا جاتا ہو۔ قرآن حکیم آخری کتاب ہے جس کا نزول اللہ کے آخری رسول ﷺ پر ہوا۔

ناسخ ومنسوخ:

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:-

مَانَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍاَوْ نُنْسِهَا نَاتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا (۲)

''ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلاتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کی مثل لاتے ہیں۔''

دیگر آسمانی کتب کا نزول نجماً نجماً نہیں ہوا تھا بلکہ یکبارگی ہوا تھا تو وہاں ناسخ ومنسوخ کا تصور ہی نہیں تھا جبکہ قرآن حکیم کا نزول تقریباً تئیس سال کے عرصہ میں ہوا، اس میں ناسخ بھی ہے اور منسوخ بھی ہے اور یہ آنحضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

علامہ یوسف صالحی شامیؒ نے لکھا:-

ان سائر الکتب نزلت دفعة واحدةفلا یتصوران یجتمع فیھا الناسخ و المنسوخ لان شرف الناسخ ان یتاخر نزوله عن المنسوخ(۳)

''تمام کتب سماویہ یکبارگی نازل ہوئیں تو ان میں ناسخ ومنسوخ کا جمع ہونا متصور نہیں ہے کیوں کہ ناسخ کا شرف ہے کہ منسوخ کے بعد اس کا نزول ہو۔''

یہ احکامات میں سہولت اور آنحضور ﷺ کی امت پر رافت اور رحمت فرمانے کے لئے ایسا ہوا اور یہ دراصل آنحضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

خاتم النبیین ﷺ کی امت کا تمام امم پر گواہ ہونا:

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:-

لِتَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدا(۴)

''تا کہ تم (پہلی امتوں کے) لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں گے۔''

پہلی امتیں اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق بیان دیں گی کہ انہوں نے ہم تک پیغام نہیں پہنچایا تو انبیاء فرمائیں گے ہم نے پہنچایا تھا، تو ان سے کہا جائے گا کہ تمہاری پیغام رسانی کی شہادت کون دے گا، وہ فرمائیں گے:

محمد و امته فیدعی بمحمد و امته فیقال لهم هل بلغ هذا قومهٗ فیقولون نعم فیقال و ما علمکم فیقولون جاء نانبینا صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم فاخبرنا ان الرسل قدبلغوا (۵)

''محمد ﷺ اور آپ (ﷺ) کی امت گواہی دے گی پس محمد ﷺ اور آپ (ﷺ) کی امت کو بلایا جائے گا تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا پیغمبر نے اس قوم کو پیغام پہنچایا تو کہیں گے ہاں۔ کہا جائے گا تمہیں کیسے علم ہے تو وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس ہمارے نبی یہ خبر لے کے آئے کہ رسولوں نے پیغام پہنچایا۔''

امت کا گواہ بننا اصل میں رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے ہے اور یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

امام القبلتین:

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:-

قَدْنریٰ تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فی السَماءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰها فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِالحرام (۶)

''ہم نے آپ ﷺ کا چہرہ آسمان کی طرف بار بار پھرتا دیکھا ہے پس آپ ﷺ جس قبلہ پر راضی ہیں ادھر ہی آپ ﷺ کو پھیر دیتے ہیں، تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔''

یہاں بیت المقدس سے کعبۃ اللہ کی طرف پھرنے کا ذکر ہے۔ حضرت براء سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:-

صَلَّیْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰہ ا نَحْوَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ ثَمَانِیَةَ عَشَرَ شَهْراً وَصُرِفَتِ الْقِبْلَةُ اِلَی الْکَعْبَةِ (۷)

''ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اٹھارہ ماہ نماز پڑھی پھر قبلہ تبدیل کر کے کعبہ بنایا گیا۔''

پس آپ امام القبلتین ٹھہرے اور یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت محمد مصطفی ﷺ کو راضی کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَنُوَلِّيَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰها فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامِ(۸)

''پس ہم آپ ﷺ کو اس قبلہ کی جانب پھیر دیتے ہیں جس پر آپ ﷺ راضی ہیں، اب پھیرلو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔''

قبلہ کی تبدیلی کوئی معمولی کام نہیں تھا گو کہ یہ اللہ کے علم میں طے شدہ امر تھا مگر بیت المقدس سے مسجد حرام کعبہ شریف کی طرف رخ کرنا اور اسے تا قیامت جاری رکھنا یہ آنحضور ﷺ کی تمنائے مبارکہ کی تکمیل کے لئے ہوا۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی(۹)

''اور عنقریب آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے۔''

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امت کے غم میں رونے پر اللہ نے آپ ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا:

اِنَّا سَنُرْضِيْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْئُکَ(۱۰)

''بے شک ہم آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کے معاملے میں راضی کریں گے اور آپ ﷺ کو نہ بھلائیں گے۔''

ابن کثیر نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں کہا:-

فی الدار الآخرۃ یعطیہ حتی یرضیہ فی امتہ (۱۱)

''اللہ آخرت میں آپ ﷺ کو اتنا عطا فرمائے گا حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کے معاملے میں راضی کر دے گا۔''

افضل الرسل ہونا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ و رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (۱۲)

''یہ رسول ﷺ ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ان میں کسی سے اللہ نے کلام کیا اور کوئی وہ ہیں جسے سب پر درجوں میں بلند کیا۔''

امام رازی نے رسول اللہ ﷺ کی افضلیت پر امت کا اجماع بیان کیا ہے۔ (۱۳)

قرطبی نے کہا کہ یہاں **بَعْضَهُم** سے مراد ابن عباس، شعبی اور مجاہد کے قول کے مطابق حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (۱۴)

بیضاوی نے بھی سب سے زیادہ درجات و مراتب کا حامل آقا ﷺ کو لکھا ہے۔ (۱۵)

مفسر خازن نے بھی یہاں آپ ﷺ کی افضلیت بیان کی ہے۔ (۱۶)

آپ ﷺ کی رسالت کا عالم ارواح میں انبیاء کرام سے اقرار:

عالم ارواح میں اللہ نے انبیاء کرام کی ارواح سے ایک وعدہ لیا۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ میثاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَّ حِکْمَةٍ ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ

عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْا أَقْرَرْنَا ط قَال فَاشهَدُوا وَ أَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشَّاهِدِیْنَ(۱۷)

''اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ تمہیں جب دوں کتاب وحکمت سے پھر تشریف لے آئے تمہارے پاس میرا رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا اللہ نے فرمایا تو گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔''

مذکورہ آیت میں اللہ کا آخری نبی ﷺ کی نبوت کے لئے اقرار لینا یہ آنحضور اقدس ﷺ کا امتیازی مقام ہے۔ عالم ارواح میں اور کسی نبی اور رسول کے لئے ایسا اقرار نہیں لیا گیا۔

علامہ آلوسی نے کہا:-

''و من هنا ذَهَبَ الْعَارِفُوْنَ اِلیٰ اَنّهٗ صلی اللّٰہ علیه و آلهٖ و سلم هو النبی المطلق و الرسول الحقیقی و المشرع الاستقلالی و ان من سواه من الانبیاء علیهم الصلاة و السلام فی حکم التبعیة له صلی اللّٰہ علیه و آلهٖ و سلم''(۱۸)

یہاں عارفین اسی طرف گئے ہیں کہ نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شریعت لانے والے آپ ﷺ ہیں اور دیگر جملہ انبیاء حضور علیہ السلام کے تابع ہیں۔''

خاصئہ مصطفی ﷺ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا اقرار انبیاء کرام علیہم السلام سے عالم ارواح میں کروالیا گیا اور خود رب العالمین اس پر شاہد ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ کا کثیر الاسماء ہونا:

حضور اکرم ﷺ کے خصائص میں سے اک خاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کثیر الاسماء رسول ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کے دو ذاتی نام ارشاد فرمائے ہیں۔ محمد (ﷺ) اور احمد (ﷺ) اور باقی آپ ﷺ کے صفاتی اسمائے مبارکہ ذکر فرمائے ہیں۔

اسم محمد (ﷺ) قرآن پاک میں چار بار آیا ہے۔ ان میں سے ایک مقام یہ ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ (۱۹)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

ایک مرتبہ آپ ﷺ کا ذاتی نام مبارک ''احمد'' قرآن مجید میں ہے جو کہ بزبان عیسیٰ علیہ السلام بشارت دینے کے ضمن میں ہے:

و مبشرا برسول یاتی مِن بَعْدِی اسْمُہٗ اَحمدُ (۲۰)

مذکورہ اسمائے ذاتیہ کے علاوہ محبوب کبریا ﷺ کے صفاتی اسمائے عالیہ بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

یایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا وَّ نَذِیْراً۔ (۲۱)

مذکورہ بالا آیت میں آپ ﷺ شاہد، مبشر، نذیر، داعی اور سراج منیر پانچ اسمائے گرامی ہیں۔ سید سلیمان ندوی نے کہا:

''یوں تو ہر پیغمبر خدا کا شاہد، داعی، مبشر اور نذیر وغیرہ بن کر اس دنیا میں آیا ہے مگر یہ کل صفتیں سب کی زندگیوں میں عملاً یکساں نمایاں ہو کر ظاہر نہیں ہوئیں۔ بہت سے انبیاء تھے جو خصوصیت کے ساتھ شاہد ہوئے جیسے حضرت یعقوبؑ، حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام وغیرہ، بہت سے تھے جن کا خاص وصف نذیر تھا جیسے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام۔ بہت سے تھے جو امتیازی حیثیت سے داعی حق تھے جیسے

حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام لیکن وہ جو شاہد، مبشر، نذیر، داعی، سراج منیر سب کچھ بیک وقت تھے اور اس کے مرقعِ حیات میں یہ سارے نقش و نگار عملاً نمایاں تھے، وہ صرف محمد رسول ﷺ تھے"۔(۲۲)

اسی طرح آپ ﷺ کے صفاتی اسماء میں عزیز، حریص، رؤف اور رحیم بھی ہیں۔ آپ ﷺ اَوْلیٰ، نبی اور رسول بھی ہیں۔ آپ ﷺ کے ذاتی اسم مبارکہ کی برکات حضرت امام مالک بن انس امام دارالھجرۃ رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

سمعت اَهْلَ مَكَّةَ يقولوُنَ ما من بيتٍ فيه اسمُ محمدٍ اِلَّا نَمیٰ وَرُزِقُوْا وَرُزِقَ جِيْرانهم(۲۳)

"میں نے اہل مکہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس گھر میں محمد نام کا کوئی شخص ہوتا ہے تو وہ گھرانہ پھلتا پھولتا ہے اور ان کو (اس نام کی برکت سے) رزق دیا جاتا ہے اور ان کے پڑوسیوں کو بھی رزق دیا جاتا ہے۔"

دین متین کی تکمیل کا اعلان:

انسانوں کی رشد و ہدایت کے لئے ابنیاء و رسل علیم السلام تشریف لاتے رہے۔ اپنا دعوتی و تبلیغی وقت گزار کے تشریف لے جاتے رہے۔ مختلف انبیاء و رسل کی شرائع کے پہلو اور دعوتی دوائر مختلف تھے۔ کہیں مناجات تو کسی کے ہاں صرف تسبیحات۔ جامع شریعت صرف آخری نبی کی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی شریعت کا پہلو ادھورا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اليوم اكملت لكم دينكم و اتمَمْتُ عليكم نعمتي و رضيتُ لكم الاسلامَ ديناً(۲۴)

"آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کی تکمیل فرما دی اور آپ پر میں نے اپنی نعمت فرما دی اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا۔"

اس کی تفسیر مقاتل بن سلیمان نے یوں کی ہے:

"یعنی یوم عرفة فلم ینزل بعدها حلال ولا حرام ولا حکم ولا حد ولا فریضة۔۔۔۔۔۔۔یعنی شرائع دینکم: امر الحلال و الحرام"(۲۵)

یعنی یوم عرفہ کے بعد حلال وحرام، کوئی حکم (شرعی)، کوئی حد اور کوئی فرض نازل نہ ہوا۔۔۔۔۔یعنی تمہارے دینی احکاماتِ حلال وحرام۔"

آپ ﷺ کی حفاظت کا اعلان:

آنحضور ﷺ کا خاصہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے محفوظ رکھا۔ کئی ایک پیغمبران خدا کو شہید کر دیا گیا مگر آخری نبی ﷺ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس (۲۶)

"اور اللہ آپ ﷺ کو لوگوں سے محفوظ رکھتا ہے"

محمد طاہر بن محمد تونسی کے بقول:

"والعصمة ھُنا الحفظ والوقایة من کید اعدائہ"۔(۲۷)

"یہاں پر عصمت کا مطلب آپ ﷺ کے دشمنوں کے فریب وجال سے آپ ﷺ کی حفاظت فرمانا اور بچانا ہے۔"

لہٰذا یہ بھی آپ ﷺ کا خاصہ ہے کہ آپ ﷺ کو بعض دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح شہید نہ کیا گیا۔

ایک نیکی کا دس گنا اجر اور برائی کا صرف ایک ہی برائی رہنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ جَاءَ بالحسنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَ مَنْ جَاءَ بِالسیئة فَلَا یُجْزٰی اِلاَّ مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْن۔(۲۸)

''جو کوئی ایک نیکی لے آیا پس اس کے لئے دس نیکیوں کی مثال ہے اور جس کسی نے ایک برائی کی تو اسی کی سزا پائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔''

ایک نیکی کا کم از کم دس گنا اجر و ثواب ہے، زائد کی حد نہیں ہے اور برائی کی سزا میں اضافہ نہیں بلکہ صرف ایک ہی برائی کی سزا کا ہونا یہ آنحضور ﷺ کی امت مرحومہ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ رحیم و کریم مالک نے رحمت اللعالمین ﷺ کے صدقے کرم فرمایا ہے اور یہ حضور انور ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ کی امت کو ایک نیکی پر دس گنا اجر و ثواب سے نوازا گیا۔

غنائم کا حلال ہونا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

لَوْ لَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۹)

''اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب۔ سو کھاؤ جو تم کو غنیمت میں ملا حلال ستھرا اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

مال غنیمت اس سے پہلے حلال نہ تھا۔ آنحضور ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے حلال ٹھہرایا گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ بھی آنحضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ غنائم آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے حلال ٹھہرائے گئے۔

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا:

''عن جابر بن عبداللّٰہ ان رسولَ اللّٰہِ قال اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمِ وَ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ''(۳۰)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا میرے لئے غنائم حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھیں۔''

آپ ﷺ کے لئے غنائم کا حلال کیا جانا آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

آپ ﷺ کے وجود مسعود کی برکت سے عذاب میں التواء:

اقوام عاد وثمود اور فرعون مع آل اور انبیاء و رسل علیہم السلام کے دیگر مکذبین پر اسی جہانِ دنیوی میں مختلف صورتوں میں عذاب آیا۔مگر آنحضور ﷺ کے وجود مبارکہ کی وجہ سے آپ ﷺ کی امت کے لیے ایسا نہ ہونے کا اعلان فرمایا گیا:

قرآن مجید کی شہادت ہے:

وَمَا کَانَ اللّٰہ لیعذبھم وَاَنْتَ فیھم۔(۳۱)

''اور جب تک آپ (ﷺ) ان میں موجود ہیں اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔''

علامہ ابن کثیر نے اس آیت کا سبب نزول اس سے پہلی آیت کو بتایا ہے کہ جب کافروں نے عذاب کے نزول کی دعا مانگی جس کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا:

وَاِذ قَالُوْا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حجَارَۃًمِّنَ السَمآئِ أَوِ ئْتِنَابعذاب الیم(۳۲)

''اور جب انہوں نے کہا اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا لا ہم پر کوئی دردناک عذاب۔''

یہ آنحضور ﷺ کا خاصہ ہے کیوں کہ پہلے انبیاء و رسل علیہم السلام کے ظاہری ایام حیات میں ان کی امت نے نافرمانی کی تو امت پر عذاب آتا رہا مگر رسول رحمت ﷺ کا وجود مسعود مانعِ عذاب بنا۔

رضائے خدا اور رضائے مصطفیٰ ﷺ کا ایک ہونا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَاللّٰہُ وَرَسُولُهٗ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ'' (۳۳)

''اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ لوگ اس کو راضی کریں، اگر وہ مومن ہیں۔''

اس بارے میں علامہ ابن تیمیہ نے لکھا:

''فوحد الضمیر'' (۳۴) پس ضمیر واحد کی لائی گئی۔

یعنی آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول دونوں کا اللہ نے ذکر فرمایا۔ مگر یرضوھُماَ کی بجائے ''یرضوہ'' فرمایا، گویا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا اور خوشنودی کو ایک ضمیر ذکر کر کے ایک بنا دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رضا اللہ کی اپنی رضا اور خوشنودی ہے اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلے میں یہ آخری نبی ﷺ کا خاصہ ہے۔

اسمائے صفاتیہ سے پکارا جانا:

قرآن حکیم میں جتنے انبیاء کرام علیہم السلام کو مخاطب فرمایا گیا ہے، ان کے اسماء کے ساتھ مخاطب فرمایا، مگر حضور اکرم ﷺ کو خالق کائنات نے آپ ﷺ کے القابات اور صفاتی اسماء سے پکارا ہے، کہیں بھی ذاتی اسم مبارک سے مخاطبت نہیں فرمائی۔

شنقیطی نے کہا:

وَقَدْ دَلَّتْ آیات من کتاب اللّٰہ علی ان اللّٰہ تعالیٰ یخاطبه فی کتابة باسمه و انما یخاطبه بمایدل علی التعظیم و التوقیر کقوله یا ایَّها النبی (الانفال:۶۴)، یا ایها الرسُولُ (المائدة)، یاایها المزّملُ (المزمل:۱) یاایها المدّثّر (المدثر:۱) (۳۵)

''اللہ کی کتاب کی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس نے اپنی کتاب میں آپ ﷺ کو نام سے خطاب نہیں کیا۔ اس طرح خطاب فرمایا جس سے آپ کی تعظیم وتوقیر پر دلالت ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: یا ایُّھا النبی (الانفال: ۶۴)، یا ایھا الرسولُ (المائدۃ)، یا ایھا المزّملُ (المزمل: ۱) یا ایھا المدّثّر (المدثر: ۱)''

یہ صرف آپ ﷺ ہی کا خاصہ ہے کہ آپ ﷺ کو صرف تعظیمی القابات سے پکارا گیا ہے۔

محفوظ کتاب:

انسانوں کی رشد وہدایت کے لئے مختلف انبیاء ورسل کی طرف ان کی زبان میں کتب کا نزول ہوا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف تورات، حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف زبور، حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف انجیل اور حضرت محمد ﷺ کی طرف قرآن حکیم کا نزول ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض انبیاء کی طرف صحائف بھی نازل ہوئے۔ دیگر آسمانی کتب وصحف کا محفوظ رہنا تو کجا ان کی اصلی زبان بھی مفقود ہوگئی ہے۔ مگر قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے کہ جو آج تک ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (۳۷)

''بے شک ہم نے یہ ذکر (قرآن) نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے حفاظت فرمانے والے ہیں۔''

آنحضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کے قلبِ اطہر و اقدس پر نازل ہونے والی کتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہے۔

حیات مبارکہ کی قسم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَعَمۡرُکَ اِنَّہُمۡ لَفِیۡ سَکۡرَتِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ۔ (۳۸)

''(اے نبی ﷺ) آپ کی زندگی کی قسم بے شک یہ لوگ اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں۔''

مفتی احمد یار خان نعیمی نے لکھا:

''رب تعالیٰ نے تمام قرآن مجید میں سوائے اپنے محبوب علیہ السلام کے کسی
نبی کی قسم ارشاد نہیں فرمائی''۔ (۳۹)

معراج مصطفی ﷺ اور دیدار الٰہی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِالْاَقْصٰی (۴۰)

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندہ کو رات کے ایک حصہ میں
مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کی سیر کرائی۔''

شب معراج دیدار الٰہی کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

اتعجبون ان تکون الخلۃ لابراھیم والکلام لموسیٰ والرؤیۃ لمحمداو صلوات اللہ علیھم (۴۱)

''کیا تم اس بات پر حیران ہوتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام،
کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیدار حضرت محمد ﷺ کے لئے ہو۔''

تمام انبیاء میں سے دیدار الٰہی کا شرف ہمارے نبی ﷺ نے پایا۔ یہ بھی آپ ﷺ کا خاصہ مبارکہ ہے۔

امام نووی نے رؤیت باری تعالیٰ پر اختلافی روایات کا تذکرہ کر کے آخر میں کہا:

فالحاصل ان الراجح عند الاکثر العلماء ان رسول اللہ رأی ربہ بعینی راسہ لیلۃ الاسراء (۴۲)

''حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے ہاں یہی راجح ہے کہ معراج کی رات آپ ﷺ نے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا۔''

مقام محمود پر فائز ہونا:

خصائص نبوی ﷺ میں سے ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو مقام محمود عطا فرمایا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمِنَ الَّیْلِ فتَھَجَّدْ بِہٖ نَافَلَۃً لَّکَ عَسٰی ان یَبعثَکَ ربُکَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً (۴۳)

''اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیں جو خصوصاً آپ کے لئے زیادہ ہے، قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بروز قیامت اہل ایمان جب سفارش کے لئے آدم، نوح، ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے پاس یکے بعد دیگرے آئیں گے تو سب مذکورہ پیغمبر باری باری اللہ کی بارگاہ میں اہل ایمان کو سوال شفاعت کے لئے دوسرے پیغمبر کی طرف بھیجتے جائیں گے، آخر میں حضور اکرم ﷺ کے پاس آئیں گے اور وہ آپ ﷺ سے شفاعت کے لیے گزارش کریں گے تو آپ ﷺ سفارش کریں گے اور آپ کی سفارش سے لوگ جہنم سے نکلیں گے۔ اس پر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

(عَسٰی ان یَبعثکَ رَبُکَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً) قال: وھٰذا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ وُعِدَہٗ نَبِیکُمْ ﷺ''(۴۴)

''(قریب ہے کہ آپ کا رب آپ ﷺ کو مقام محمود پر فائز کرے گا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مقام محمود وہ مقام ہے جس کا تمہارے نبی ﷺ سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔''

ترمذی کی روایت میں مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔(۴۵) صاحب تفسیر مظہری نے شفاعت کے مقام کو اصح قرار دیا ہے۔(۴۶) قرطبی نے بھی اسی کو اصح کہا ہے۔(۴۷)

اگرچہ شفاعت تو قرآن وصیام بھی کریں گے اور اذنِ شفاعت تو حافظ و عالم کو بھی ملے گا مگر مقام محمود پر فائز ہونا حضور اکرم ﷺ کا خاصہ ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام سوالِ شفاعت پر ہمارے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لوگوں کو بھیجیں گے تو یہ مقام محمود صرف آپ ﷺ کے لیے ہی ہوگا۔

رحمت اللعالمین ﷺ:

نبوت و رسالت کا تاج تو تمام انبیاء ورسل نے سجایا مگر سراپا رحمت کا تاج عالیہ ایک ہی نبی کے سر پہ سجایا گیا جو معظم و مکرم ہیں اور افضل الانبیاء والرسل ﷺ ہیں۔

اللہ نے ارشاد فرمایا:

وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین (۴۸)

''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''

آپ ﷺ سراپا رحمت ہیں اور یہ آپ ہی کے خصائص تامہ میں سے ہے۔

علامہ قرطبی مالکی نے کہا:

فالرسل خُلِقُوْا لِلْرحمَۃِ وَ مَحمدًا خُلِقَ بنفسہِ رَحمَۃً فلذٰلِکَ صَار اماناً لِلْخَلْقِ لَماَ بَعثہ اللّٰہُ اَمِنَ الْخَلْقُ العَذَابَ اِلیٰ نَفْخَۃ الصورِ (۴۹)

''پس رسل عظام رحمت کے لئے پیدا کئے گئے اور حضرت محمد ﷺ بذات خود رحمت پیدا کیے گئے۔ پس اسی لئے آپ ﷺ مخلوق کے لئے امان بنے۔ جب اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا اس وقت سے لے کر نفخہ صور تک مخلوق نے (آپ ﷺ کی وجہ سے) عذات سے امن پایا۔''

علامہ شوکانی نے کفار کے لئے بھی رحمت ہونے کا بیان کیا ہے:

معنی کونہٖ رحمۃً للکفار: انھم امنوا بہٖ من الخسف والمسخ والاستئصال (۵۰)

''کفار کے لئے آپ ﷺ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خسف، مسخ اور نیست و نابود ہونے سے محفوظ رہے۔''

اسوہ حسنہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (۵۱)

''بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں نیک نمونہ ہے۔''

دوسرے مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اسوہ حسنہ قرار دیا گیا ہے:

''قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرَاهِيْم'' (۵۲)

''تحقیق تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے ابراہیم (کی زندگی) میں''

ابراہیم علیہ السلام کی ذات کو ایک خاص تناظر میں اسوہ حسنہ کہا گیا۔ مگر حضرت محمد ﷺ کی ذات بالعموم اسوہ حسنہ ہے۔ پیر محمد کرم شاہ ازہریؒ نے لکھا:

''یہ آیت اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے'' (۵۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوہ حسنہ ہونا اس حقیقت کا متقاضی ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ہر ہر پہلو محفوظ ہو اور ہے۔ آپ ﷺ کا تا قیامت اسوہ حسنہ ہونا آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

خاتم النبیین ﷺ:

آپ ﷺ کا یہ خاصہ ہے کہ آپ ﷺ نبی آخر الزمان ﷺ ہیں۔ باعتبار ظہور آپ ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی طفیلی، ظلیّ یا بروزی نبی نہیں آئے گا۔ ارشاد باری ہے:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شئ علیماً (۵۴)

سلسلہ نبوت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور اس کی تکمیل حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بعثت مبارکہ پر ہوئی۔ ہر نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی یا رسول آیا مگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نہیں آیا نہ آئے گا۔ یہ آپ ﷺ ہی کی خصوصیت ہے۔

اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا دائماً درود و سلام بھیجنا:

قرآن حکیم میں ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً (۵۵)

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود پڑھو اور خوب خوب سلام بھیجو۔"

یہ آیت مبارکہ کئی وجوہ سے آنحضور ﷺ کے خصائص بیان کرتی ہے۔ بغیر انقطاع کے دائمی طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ آپ ﷺ پر خصوصی رحمت فرماتا ہے اور فرشتے اللہ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کی ذات بابرکات پر رحمت کے نزول کی دعا مانگنے میں مصروف ہیں اور یہی حال ایمان والوں کا ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں آنحضور ﷺ کی ذات پر رحمتوں کے نزول کی دعا مانگتے ہیں اور آپ ﷺ کا خاصہ مبارکہ ہے کہ اہل ایمان کو درود و سلام بھیجنے کا باقاعدہ حکم دیا جا رہا ہے۔ "یُصَلُّونَ"، فعل مضارع ہے جو کہ اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ ﷺ پر صلوۃ و سلام جاری رہے گا۔

امام بخاری نے ابو العالیہ کا قول لکھا ہے کہ:

"صَلَاۃُ اللّٰہِ: ثنائُ ہٗ عَلَیہِ عِنْدَ الْمَلائِکَۃِ وَصَلَاۃُ الْمَلائِکَۃِ الدُّعَائُ" (۵۶)

''اللہ تعالیٰ کا صلاۃ کا مطلب فرشتوں کے سامنے آپ ﷺ کی تعریف کرنا اور فرشتوں کے صلاۃ کا مطلب دعا مانگنا ہے۔''

بقول بغوی کے امت کی صلوٰۃ کا مطلب رحمت، ملائکہ کی صلاۃ استغفار اور اہل ایمان کی صلوٰۃ دعا ہے۔(۵۷)

دائمی طور پر اللہ کی رحمت کا نزول اور فرشتوں کے روبرو آپ کی ثناء فرشتوں اور اہل ایمان کا اللہ کی بارگاہ میں رحمت کے نزول کی دعا مانگنے اور کیفیت ہمیشہ کے لئے جاری وساری رہنا حضور اقدس ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

بہترین امت والے نبی ﷺ:

ارشاد ربانی ہے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ و تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ(۵۸)

''تم تمام امتوں میں بہترین امت ہو، نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ کی عزت وحرمت کی حامل امت کے فضائل وخصائص کثیر ترین ہیں اور یہ فضائل وخصائص حقیقتاً آپ ﷺ ہی کی طرف منسوب و راجع ہیں۔ کیوں کہ آپ ﷺ کی امت تابع فرمان ہے''۔(۵۹)

بہر کیف آپ ﷺ کی امت کی افضلیت وفضیلت آپ ﷺ کی وجہ سے ہی ہے اور یہ بھی آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

عالمگیر نبوت ورسالت:

خصائص رسول ﷺ میں سے ایک یہ بھی آنحضور ﷺ کا خاصہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت کسی ایک علاقے یا خطے کے لئے نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ دھرتی کے تمام جن وانس کے نبی

ہیں۔ پہلے انبیاء ورسل ایک خاص علاقہ یا خاص قوم کے لئے ہادی بن کر تشریف لاتے رہے۔ مگر حضور اقدس ﷺ تمام انسانوں کے لئے بلا حدو قید تشریف لائے۔ جغرافیائی حدود اپنی حدود میں رہ گئیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وما ارسلناک الا کافۃً للناس بشیرا و نذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون(۶۰)

''اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کیلئے بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

ابن جریر طبری نے کہا کہ آپ ﷺ عرب وعجم اور سیاہ وسفید، سب کی طرف نبی ہیں۔(۶۱) آپ ﷺ کی دعوت ونبوت کسی بھی جغرافیائی حد تک محدود ہونے کی بجائے عالمگیر ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

پست آوازی اور تعظیم کا حکم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایھاَ الَّذِیْنَ آمَنُوْ الاَتَرْفَعُوْ أَصْواتَکُمْ فَوْقَ صوْتِ النَّبِیِّ وَ لاَتَجھَرُا لَہٗ بالْقَوْلِ کَجَھِرْ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تحبطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لاَ تَشْعُرُوْنَ(۶۲)

''اے ایمان والو اپنے آوازیں نبی اکرم ﷺ کی آواز سے پست رکھو اور آپ ﷺ کو اونچی آواز میں نہ پکارو جس طرح تم میں سے بعض دوسروں کو پکارتے ہیں۔ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں اس کا شعور تک نہ ہو۔''

شنقیطی نے کہا:

علّم اللہ فیھا المومنون ان یعظموا النبی ﷺ و یحترموہ و یوقروہ(۶۳)

''اس مقام پر اللہ نے ایمان والوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کریں اور آپ ﷺ کا احترام و توقیر کریں۔ بارگاہِ رسالت کے اس قدر احترام کا حکم خالقِ کائنات نے خود دیا ہے۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

شق قمر:

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

اقتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ (۶۴)

''قیامت آ پہنچی اور چاند ٹکڑے ہو گیا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے:

انشَقَّ الْقَمَرُ عَلیٰ عَھْدِ رَسُولِ اللّٰہ ﷺ فِرْقَتَین فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَ فِرْقَةً دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہ اشھَدُوا (۶۵)

''اللہ کے رسول ﷺ کے دور مبارکہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر جبکہ دوسرا دوسرے پہاڑ پر تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا گواہی دو۔''

یہ بھی ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

رفعت ذکر مصطفی ﷺ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:-

''وَرَفَعنَا لَکَ ذِکْرَکَ''(۶۶)

''اور ہم نے آپ (ﷺ) کی خاطر آپ (ﷺ) کا ذکر بلند فرما دیا۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: اتانی جبریل فقال ان ربی و ربک یقول لک کیف رَفَعتُ ذِکْرَکَ قال: اللّٰہ اعلمُ قال: اذا ذُکِرتُ ذُکِرتَ مَعِیَ''(۶۸)

''اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے
اور کہا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ میں نے کس طرح آپ کا ذکر
بلند کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے (تو جبریل نے
بتلایا کہ) اللہ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا ساتھ آپ ﷺ کا ذکر ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر خدا کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ذکر مصطفی ﷺ جاری رہے گا اور یہ اعزاز، تکریم اور تعظیم اور رفعتِ ذکر صرف ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

عطائے کوثر:

خصائص رسول اکرم ﷺ میں سے آپ ﷺ کو الکوثر کا عطا کیا جانا بھی ہے۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:-

اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ (۶۹)

بے شک ہم نے آپ (ﷺ) کو کوثر عطا فرمائی۔

امام رازی نے الکوثر کے بارے میں پندرہ اقوال درج کئے ہیں۔ (۷۰) ان میں سے تیرہویں قول میں الکوثر سے مراد مقام محمود ہے۔ (۷۱) الکوثر کی تشریحات میں اگرچہ ایک سے زائد اقوال موجود ہیں مگر وہ ہستی اور ذات جس کو اس عطا سے نوازا گیا وہ ایک ہی ہے اور الکوثر کا عطا کیا جانا آپ ﷺ کا خاصہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔البقرۃ:۴ ۲۔البقرہ:۱۰۶

۳۔شامی، یوسف صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ، ج ۱۰ صفحہ ۳۰۲۔۳۰۳ ۴۔البقرہ:۱۴۳

۵۔ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، (بیروت: دار طیبۃ)، ۱۴۲۰ھ، ۱/ ۴۵۵

۶۔البقرہ:۱۴۴

۷۔ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابوعبداللہ، سنن، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب القبلۃ، رقم:۱۰۰۰۱

۸۔البقرۃ:۱۴۴ ۹۔الضحٰی:۵

۱۰۔مسلم بن الحجاج، ابوالحسن، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب دعاء النبی لامتہٖ و بکائہٖ شَفَقَۃً علیھم، رقم:۳۰۱

۱۱۔ابن کثیر، ۸/ ۴۲۵ ۱۲۔البقرۃ:۲۵۳

۱۳۔رازی، محمد بن عمر، فخر الدین، مفاتیح الغیب، (بیروت: داراحیاء التراث العربی)، طبع ثالث ۱۴۲۰ھ، ۶/ ۵۲۱

۱۴۔قرطبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق: احمد البردونی وابراہیم اطفیش، (القاہرہ: دارالکتب المصریۃ)، طبع ثانی ۱۳۸۴ھ، ۳/ ۲۶۴

۱۵۔بیضاوی، عبداللہ بن عمر، ناصر الدین، انوار التنزیل و اسرار التاویل، محقق محمد عبدالرحمن المرعشلی، (بیروت: داراحیاء التراث العربی)، ۱۴۱۸ھ، ۱/ ۱۵۲

۱۶۔خازن، علی بن محمد، علاء الدین، لباب التاویل فی معانی التنزیل، تحقیق: محمد علی شاہین، (بیروت دارالکتب العلمیہ)، ۱۴۱۵ھ ۱۷۔آل عمران:۸۱

۱۸۔آلوسی، محمود بن عبداللہ، شہاب الدین، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ)، ۱۴۱۵ھ، ۲/ ۳۰۲

۱۹۔الفتح:۲۹ ۲۰۔الصّف:۶

۲۱۔الاحزاب:۴۶-۴۵

۲۲۔ندوی، سلیمان، سید، علامہ، خطبات مدراس، (لاہور: ادارہ اسلامیات)، ۱۹۸۳، صفحہ ۲۷

۲۳۔قاضی، عیاض بن موسیٰ، ابوالفضل، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، (ملتان: عبدالتواب اکیڈمی)، بدون سن ۱/ ۱۰۵ ۲۴۔المائدۃ:۳

۲۵۔مقاتل بن سلیمان، ابوالحسن، تفسیر مقاتل بن سلیمان، (بیروت: داراحیاء التراث العربی)، ۱۴۲۳ھ، جلد ۱ صفحہ ۲۵۴-۴۵۳)

۲۶۔ مائدۃ: ۶۷
۲۷۔ابن عاشور، محمد طاہر بن محمد، التحریر والتنویر، (بیروت: مؤسسۃ التاریخ العربی)، ۱۴۲۰ھ، ۱۵۷/۵
۲۸۔الانعام: ۱۶۰ ۲۹۔الانفال: ۶۹-۶۸
۳۰۔ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد، ابوبکر، المصنّف، کتاب السیر، باب فی الغنائم وشرائطھا قبل ان تقسم، رقم: ۳۳۹۹۵ ۳۱۔الانفال: ۳۳
۳۲۔ابن کثیر، ۴/۴۲ ۳۳۔التوبہ: ۶۲
۳۴۔ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، ابوالعباس، الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول، (بیروت: دار ابن حزم)، ۱۴۱۷ھ، ۱/۴۰۴۵
۳۵۔شنقیطی، ۷/۴۰۲ ۳۷۔الحجر: ۹
۳۸۔الحج: ۷۳
۳۹۔نعیمی، احمد یار، مفتی، شانِ حبیب الرحمن من آیات القرآن، (لاہور: قادری پبلشرز)، بدون سن، صفحہ ۱۲۵
۴۰۔بنی اسرائیل: ۱
۴۱۔ (۱) حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ)، ۱۴۱۱ھ، ۵۰۹/۲
(۲) نسائی، احمد بن شعیب، السنن الکبریٰ، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ)، ۱۴۱۱ھ، ۶/۴۲۷
۴۲۔نووی، یحیٰ بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، (بیروت: داراحیاء التراث العربی)، ۱۳۹۲ھ، ۵/۳
۴۳۔بنی اسرائیل: ۷۹
۴۴۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربھا ناظرۃ رقم: ۷۴۴۰
۴۵۔ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، جامع، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل، رقم: ۳۱۳۷
۴۶۔مظہری، محمد ثناء اللہ، قاضی، تفسیر مظہری، تحقیق: غلام محمد تونسی، (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ)، ۱۴۱۲ھ، ۵/۴۷۱
۴۷۔قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۰/۳۰۹

۴۸۔الانبیائ:۱۰۸ ۴۹۔قرطبی،الجامع الاحکام القرآن،،۴/ ۶۳

۵۰۔شوکانی،محمد بن علی بن محمد،فتح القدیر،(بیروت:دارابن کثیر)،۱۴۱۴ھ،۳/ ۵۰۹

۵۱۔احزاب:۲۱ ۵۲۔الممتحنۃ:۴

۵۳۔محمد کرم شاہ،ازہری،ضیاءالقرآن،(لاہور:ضیاءالقرآن پبلی کیشنز)،۱۳۹۹ئ،۴/ ۳۳

۵۴۔الاحزاب:۴۰ ۵۵۔۔الاحزاب:۵۶

۵۶۔بخاری،الجامع الصحیح،کتاب تفسیر القرآن،باب قولہ ان تبدوہ شیئا اوتخفوہ فان اللہ کان بکل شی ءعلیما

۵۷۔بغوی،حسین بن مسعود،شرح السنۃ،(بیروت:المکتب الاسلامی)۱۴۰۳ھ،۳/ ۱۸۹

۵۸۔آل عمران:۱۱۰

۵۹۔عبدالحق،محدث،شیخ،مدارج النبوۃ،مترجم:محمد منشا تابش،(لاہور:خزینہ علم وادب)،بدون سن،۱/ ۳۰۲

۶۰۔سبا:۲۸

۶۱۔طبری،محمد بن جریر بن یزید،ابو جعفر، جامع البیان فی تاویل القرآن، (بیروت:موسسۃ الرسالۃ)،۱۴۲۰ھ،۲۰/ ۴۰۵

۶۲۔الحجرات:۲ ۶۳۔شنقیطی،۷/ ۴۰۱

۶۴۔القمر:۱

۶۵۔بخاری،الجامع الصحیح،کتاب تفسیر القرآن،باب وانشق القمروان یروا آیۃ یعرضوا،رقم:۴۸۶۴

۶۶۔الانشراح:۴

۶۷۔ابن عساکر،علی بن الحسن،ابوالقاسم،تاریخ مدینۃ دمشق و ذکر فضلھا وتسمیۃ من حلھا من الاماثل، تحقیق:عمر بن غرامۃ،(بیروت:دارالفکر)،۱۹۹۵ئ،۷/ ۳۷۹

۶۸۔ابن حبان،محمد بن حبان،ابوحاتم،صحیح،کتاب الزکاۃ،باب ذکر اخبار عن نفی دخول الجنۃ عن المنان بما اعطیٰ فی ذات اللہ،رقم:۳۳۸۲

۶۹۔ الکوثر:۱

۷۰۔رازی،جلد ۱۶ جز ۳۲،صفحہ ۳۱۶-۳۱۳

۷۱۔ایضاً،جلد ۱۶،جز ۳۲،صفحہ ۳۱۶

مشینی ذبیحہ کے احکام: فقہاء کی آراء کا جائزہ

حافظ محمد اسحاق☆

ABSTRACT:

In 19th century the science and technology has covered every field of life. No doubt, science has provided a lot of facilities and comforts to the people but the usage of new inventions according to the teachings of Islam is a serious issue. Among the new problems of present age, an important issue is Mechanical Slaughtering. Mechanical slaughtering started from Europe but now it is being used in Arab countries widley. Islam has made compulsory "Halal and Tayyab" for its believers and put a condition of Zabah (Slaughter) for extracting harmful blood. If we take a view of mechanical slaughtering in the light of Islamic teachings, there are many uncertain points. In this Article, the researcher has presented an overview about mechanical slaughtering and its status according to islamic point of view.

دور حاضر میں جدید سائنس نے بہت ترقی کی ہے۔ زندگی کو آسان بنانے کے لیے بہت سی جدید اور وقت بچانے والی اشیاء کو نہ صرف متعارف کروایا ہے بلکہ حقیقی معنی میں لوگوں کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ جدید سائنس نے جہاں لوگوں کی آسائش کا سامان پیدا کیا ہے وہیں اخلاقیات اور بعض مذہبی احکامات کے کما حقہ نفاذ اور ان پر عمل کرنے سے سائنس مانع بھی

☆ پی ایچ۔ڈی سکالر (سیشن ۲۰۱۴۔۲۰۱۷ئ)

ہے۔ لہٰذا نئی ایجادات کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قابل استعمال بنانا علماء کرام کے لئے چیلنج ہے۔ ان نئے پیش آمدہ مسائل میں سے ایک مسئلہ مشینی ذبیحہ کا بھی ہے۔ ابتداء میں مشینی ذبیحہ کا آغاز مغربی ممالک سے ہوا تھا، لیکن اب اسکا استعمال عرب ممالک میں بھی، جن میں سعودی عرب سرفہرست ہے، کثرت سے ہو رہا ہے اور خصوصی طور پر یہ ہمارے ان پاکستانی بھائیوں کے لئے پریشانی کا سبب ہے جو مغربی ممالک میں رہ رہے ہیں۔ ذیل میں مشینی ذبیحہ کا تحقیقی جائزہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں لیا جائے گا۔ فقہاء کی آراء اور فتاویٰ جات کی روشنی میں مشینی ذبیحہ کے عمل کو اسلامی احکامات کے مطابق کرنے کا حل بھی پیش کیا جائے گا۔ مشینی ذبیحہ کی آراء ذکر کرنے سے قبل ذبح کے متعلق چند بنیادی مقدمات ضروری ہیں۔

ذبح کی لغوی تحقیق:

ذبح کا مادہ 'ذ ب ح' (ف) ہے جسکا معنی قطع اور شق ہے۔(۱)

لسان العرب میں ذبح کا معنی کچھ یوں ذکر کیا گیا ہے:

الذبح قطع الحلقوم من باطن عند النصیل و هو موضع الذبح من الحلق۔ (۲)

''ذبح ٹھوڑی کے اندر والے حصہ سے گلے کو حلق سے کاٹنا اور یہی ذبح کی جگہ ہے۔''

اسلامی مآخذ میں ذبح کے لئے ''ذکاۃ'' کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔ ''ذکاۃ'' کا مادہ ذکا، یذکو، ذکا ہے اور ذکاۃ کا لغوی معنی پاکیزگی ہے۔ (۳) اسلام نے بہائم اور پرندوں کو ذبح کرنے کے لئے ذکاۃ کو بنیادی شرط قرار دیا ہے قرآن مجید میں ہے:

''الا ماذکیتم'' (۴)

''مگر وہ جو تم ذبح کرو حلال ہے''۔

جانوروں کی ذکاۃ یہ ہے کہ جسم سے حرام خون نکالا جائے اور ذبیحہ سے مردار خون کا نکالنا بنیادی شرط ہے۔ خون نکالے بغیر ذبیحہ کی ذکاۃ نہیں ہوگی۔ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں درج ہے کہ شریعت کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق ذبح کرنے کو تذکیہ کہتے ہیں۔ (۵) اسلام میں تذکیہ کے بغیر گوشت کا کھانا حرام ہے۔

ذبح کی اصطلاحی تعریف:

"الذکاۃ مابین اللبۃ و اللحیین" (۶)

بنیادی طور پر جن ذبیحہ میں "ذکاۃ" شرط ہے انکا حلال ہونا بھی لازمی ہے۔ یہ حلال کچھ تو خشکی سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پانی میں رہتے ہیں۔ پانی میں رہنے والوں میں سے مچھلی کو بالاتفاق حلال مانا گیا ہے اور مچھلی کی ذکاۃ یہی ہے کہ زندہ پانی سے پکڑی جائے کیونکہ مچھلی میں حرام خون نہیں پایا گیا ہے جس کے لئے ذبح کو لازمی قرار دیا جا سکے۔ پانی میں رہنے والے کچھ جانور ایسے بھی ہیں جسکی حلت میں اختلاف ہے جیسے مینڈک۔ (۷)

پھر خشکی والوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ وحشی اور غیر وحشی۔ غیر وحشی کے متعلق علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

"اما المستانس من البھائم فنحو الابل و البقر و الغنم بالا جماع (۸)"

غیر وحشی میں اونٹ، گائے اور بھیڑ شامل ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ درج بالا قول میں بہائم کے اصول ذکر کئے گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے فروع بھی اس میں داخل ہیں۔ قرآن مجید نے فرمایا:

"والا نعام خلقھا لکم فیھادفء ومنافع للناس ومنھا تاکلون" (۹)

''اور جو چو پائے پیدا کئے گئے ہیں ان میں تمھارے لئے گرم لباس اور منافع ہیں اور انھی کا تم گوشت کھاتے ہو۔''

وحشی حلال بہائم کے متعلق علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

اما المتوحش منها نحو الظباء، بقر الوحش، حمر الوحش و ابل الوحش فحلال باجماع المسلمین (۱۰)

''وحشی میں ہرن، جنگلی گائے، جنگلی گدھا اور جنگلی اونٹ بالا جماع حلال ہیں۔''

قرآن مجید نے اشیاء کی حلت کے لئے دو صفات بیان کی ہیں۔ ا۔طیب ۲۔ حلال

''یسلونک ماذا احل لهم قل احل لکم الطیبات'' (۱۱)

''اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں ان کے لئے کیا حلال ہے؟ فرما دو کہ پاک کی گئیں ہیں تمہارے لئے حلال چیزیں۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

''یایها الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً'' (۱۲)

''اے لوگو! جو زمین میں حلال اور طیب ہیں ان کو کھاؤ۔''

طیبات سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے طبائع سلیمہ گھن نہ کھاتی ہوں، متنفر اور متوحش نہ ہوں۔ (۱۳)

پھر قرآن مجید نے مردار جانوروں کے متعلق بھی ارشاد فرمادیا:

''حرمت علیکم المیتة و الدم و لحم الخنزیر و ما اهل لغیر الله به و المنخقة و الموقوذة و المتردیة و النطیحة و ما اکل السبع الا ماذکیتم'' (۱۴)

''تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار، خون، خنزیر کا گوشت، جو غیر اللہ کے نام

پر ذبح کیا گیا ہو، جس کا گلا گھونٹا گیا ہو، جو کسی ضرب سے دب کر مرا ہو، اوپر سے گرا ہو، سینگ مارا ہوا ہو، اور جس کو درندہ نے کھایا ہو۔ البتہ ان میں سے جس کو تم نے (اللہ کے نام) پر ذبح کر لیا ہو وہ حلال ہے۔''

ذکاۃ کے دو طریقے ہیں: ۱۔ ذکاۃ اختیاری ۲۔ ذکاۃ اضطراری

ذکاۃ اختیاری ان بہائم میں ہے جو انسانی دسترس میں ہوں یا جن کو حلال کرنا انسانی طاقت کے دائرۂ اختیار میں ہو یا جہاں بہائم انسان کے قابو میں ہوں تو انکا ذبح کا طریقہ جیسا کہ بدایۃ المبتدی میں ہے:

''ھی اختیاریة کا لجرح فیما بین اللبة واللحیین واضطراریة وھی الجرح فی ای موضع کان من البدن''(۱۵)

''ذکاۃ اختیاری زخمی کرنا لبہ اور حلق کے درمیان سے، اور ذکاۃ اضطراری میں کسی بھی جگہ سے زخمی کیا جا سکتا ہے۔''

یعنی دونوں طریقوں میں ''دم حرام'' کا نکالنا ضروری ہے۔ پھر ذکاۃ اختیاری کے بھی دو طریقے ہیں: ایک ذبح اور دوسرا نحر۔

ذبح کے لئے چار رگوں کی شرط:

امام قرطبی فرماتے ہیں:

''انه عبارة عن انهار الدم وفری الاوداج فی المذبوح''(۱۶)

''ذبح خون بہانے اور رگیں کاٹنے کا نام ہے۔''

ذبح کے لئے حلق میں سے رگوں کا کاٹنا لازمی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

عن ابن عباس وابی هريرة قالا نهی رسول الله عن شريطة الشيطان وهی التی تذبح فيقطع الجلدولا تفری الاوداج و

ترک حتی تموت (۱۷)

''حضرت عبداللہ بن عباس اور ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے شیطان کے چیرنے سے منع کیا اور وہ اسطرح ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اسکی جلد کو تو کاٹ دیا جائے مگر رگوں کو چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔''

اس حدیث مبارکہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رگوں کا کاٹنا لازمی ہے۔ اوداج، ودج کی جمع ہے جسکا معنی رگیں ہیں۔

بہائم میں چار رگیں ہوتی ہیں۔

"ثم الاوداج اربعة الحلقوم والمری والعرقان اللذان بینهما الحلقوم والمرئی" (۱۸)

''رگوں کی چار قسمیں ہیں: حلقوم، مری، اور دو وہ رگیں جن کے درمیان حلقوم اور مری ہوتی ہے۔''

حلقوم سانس والی نالی کو کہا جاتا ہے (اسے نرخرہ کہتے ہیں) مری کھانے والی رگ ہوتی ہے (اسے لبہ کہتے ہیں) اور عرقان خون کی رگیں ہوتی ہیں (جنہیں شہہ رگ کہتے ہیں) (۱۹)

المغنی میں ہے کہ کامل ذبیحہ وہی ہے جسکی چار رگیں کاٹی جائیں (۲۰) لیکن اگر کچھ رگیں کاٹی جائیں اور کچھ کو چھوڑ دیا جائے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

رگیں کاٹنے کے متعلق ائمہ کرام کی آراء:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حلقوم اور مری کا کاٹنا واجب ہے (۲۱) مالکی حضرات کے نزدیک حلقوم اور ودجین کا کاٹنا واجب ہے۔ مری کو کاٹنا واجب نہیں ہے (۲۲) جبکہ امام احمد بن حنبل ایک روایت میں تو امام شافعی سے متفق ہیں جبکہ دوسری روایت یہ ہے کہ ودجین کو حلقوم اور

مری کے ساتھ کاٹنا واجب ہے یعنی چار رگوں کا کاٹنا واجب ہے۔(۲۳) امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ چار رگوں میں سے کوئی سی تین کاٹ دی جائیں تو جانور حلال ہے۔(۲۴)

ائمہ کرام کا رگوں کی تعداد کے متعلق اختلاف اپنی جگہ ہے لیکن اس بات پر تمام آئمہ متفق ہیں کہ ذکاۃ اختیاری کا مرکز ومحور رگوں کا کاٹنا ہے۔

نحر کی تعریف:

والنحر قطع العروق عندالصدر (۲۵) نحر رگوں کا سینے سے کاٹنا ہے۔نحر صرف اونٹوں میں کیا جاتا ہے۔

"والنحر فیماینحر وھو الابل عندالقدرة علی الذبح"(۲۶)

''نحر اونٹوں میں کیا جاتا ہے جب ذبح کرنے کی قدرت ہو۔''

ذبح اضطراری:

جہاں تک ذبح اضطراری کا تعلق ہے تو یہ اسوقت ہوگا جب ذکاۃ اختیاری کی قدرت نہ ہو۔

"لان ذکاة الاضطرار انمایصار الیه عند العجز عن ذکاة الاختیار"(۲۷)

''ذکاۃ اضطراری اسوقت ہوتی ہے جب ذکاۃ اختیاری سے عاجز ہو جائے۔''

ذکاۃ اضطراری کی صورتیں:

ذکاۃ اضطراری کی عمومی طور پر دو صورتیں ہیں:

۱۔ عقر:

"العقر وھو الجرح فی ای موضع کان وذلک فی الصید وماھو فی معنی الصید وانما کان کذلک لان الذبح اذالم یکن مقدوراً ولابدمن اخراج الدم"(۲۸)

''عقر بہائم کو کسی بھی جگہ سے زخمی کرنا ہے اور عمومی طور پر یہ شکار میں ہوتا ہے اور جن میں شکار نہیں ہوتا تو ان میں یہ تب ہوگا جب جانور کو پکڑنے کی طاقت نہ ہو تو اس وقت زخمی کر کے خون کا نکالنا لازمی ہوتا ہے''۔

عقر غیر شکاری جانور میں اسوقت ہوتا ہے جب کوئی جانور ڈر کر بدک جائے اور اسے پکڑا نہ جاسکے۔

۲۔ صید (شکار)

ذکاۃ اضطراری کی دوسری قسم شکار ہے۔

''الصید اسم لمایتوحش ویمنع ولا یمکن اخذہ الا بحیلۃ اما لطیرانہ او لعدوہ''(۲۹)

''شکار ان جانوروں کا کیا جاتا ہے جو وحشی ہوں اور جنکا پکڑنا ممکن نہ ہو اور ان کو اڑنے یا تکلیف پہنچانے کیوجہ سے کسی حیلہ بہانہ کے بغیر نہیں پکڑا جاسکتا ہے''۔

آلہ ذبح:

ذبح میں خون بہانا شرط ہے خون کا بہانا بغیر کسی آلہ کے ناممکن ہے اور جس جانور سے خون نہ بہے یا اسکا دم گھونٹ دیا جائے تو وہ جانور حلال نہیں ہے۔ حدیث مبارکہ میں خون کا بہانا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

عن ابی رافع عن النبی ﷺ قال ما انھر الدم و ذکر اسم اللہ علیہ فکل (۳۰)

''حضرت ابورافع نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو چیز بھی خون کو بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا

جائے تو ایسے جانور کو کھاؤ۔"

پھر آلہ ذبح کی بھی اقسام ہیں۔

ان الآلة علی ضربین آلة تقطع و آلة تفسخ و التی تقطع نوعان حادة و کلیلة اما الحادة فیجوز الذبح بھا حدیداً کانت او غیر حدید و الاصل فی جواز الذبح بدون الحدید (۳۱)

"آلہ ذبح کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ جس سے گردن کی رگیں کٹ جائیں اور دوسری وہ ہے جو جسم کو کچل دے۔ وہ آلہ جس سے رگیں کاٹی جاتی ہیں اسکی دو قسمیں ہیں: تیز دھار آلہ اور دندانے دار آلہ۔ تیز دھار آلہ سے جانور کو ذبح کرنا جائز ہے خواہ وہ آلہ لوہے کا ہو یا کسی اور دھات کا ہو"۔

ذکاۃ کی شرائط:

۱۔ ذبح کے وقت تسمیہ کا پڑھنا ۲۔ ذبح کرنے والا مسلمان یا کتابی ہو اور ذبح کی سمجھ بوجھ رکھتا ہو۔

۱۔ ذبح کے وقت تسمیہ کا پڑھنا:

قرآن مجید میں ہے:

"و لا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ و انہ لفسق" (۳۲)

"جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسکو مت کھاؤ اور اسکا کھانا گناہ ہے"

اسی مضمون کو حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبایہ بن رفاعہ بیان کرتے ہیں:

"ان النبی قال ما انھر الدم و ذکر اسم اللہ فکل" (۳۳)

"نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو چیز خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا جائے تو اس کو کھاؤ"

جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ ذبح کے وقت تسمیہ پڑھنا ضروری ہے۔لیکن امام شافعی کے نزدیک تسمیہ پڑھنا سنت ہے۔(۳۴)امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک جس نے جان بوجھ کر تسمیہ چھوڑا تو اسکا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔اگر بھول کر تسمیہ چھوڑ دے تو امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک حلال ہے بشرطیکہ ذبیحہ کو حلال کرنے والا مسلمان یا کتابی ہو۔(۳۵)

۲۔ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کتابی:

ذابح کے لئے مسلمان یا کتابی ہونا ضروری ہے۔اس بات پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہے۔قرآن مجید میں ہے:

"وطعام الذین اوتو الکتاب حل لکم" (۳۶)

"اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے"۔

اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاری ہیں جن کے انبیاء پر اللہ تعالیٰ نے توراۃ اور انجیل کو نازل فرمایا کیونکہ زمانہ نزول قرآن ہی میں یہودی حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے تھے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اہل کتاب کا نام دیا ہے۔(۳۷)

ذابح کے لئے مسلمان یا کتابی ہونے کے ساتھ ساتھ عقل مند بھی ہونا ضروری ہے۔

اھلیۃ المذکی بان یکون مسلماً او کتابیاً عاقلاً۔(۳۸)

"ذبح کرنے والے کی اہلیت یہ ہے کہ وہ مسلمان عاقل ہو یا کتابی عاقل ہو۔"

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ان یکون عاقلا فلا توکل ذبیحۃ المجنون الصبی الذی لا یعقل والسکران الذی لا عقل (۳۹)

"ذبح کرنے والا عاقل ہو پس مجنون اور ایسے بچے کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا جو عاقل نہ ہو۔نشے میں مدہوش رہنے والا بھی عاقل نہیں ہوتا ہے۔"

مشینی ذبیحہ(Slaughter) کی تعریف:

(i) To slaughter, a large number of People or animal means to kill them in a way is especially cruel, unjustice or meedless.

(ii) You can describe the killing of a large number of People or animals as slaughter practicularly.(40)

ذبیحہ کو (Slaughter) کہتے ہیں جسکا لغوی معنی بہت سی تعداد میں لوگوں یا جانوروں کو ایک خاص طریقے سے بطورظلم یا کسی اورغیر منصفانہ طریقے سے قتل کر نا ہے۔ Slaughter اس جگہ کو بھی کہتے ہیں جہاں پرلوگوں کو یا جانوروں کو قتل کیا جا تا ہے۔

لیکن موجودہ دور میں ایک مخصوص طریقے سے مشین کے ذریعے جانوروں کو حلال کرنا مشینی ذبیحہ(Slaughter) کہلاتا ہے۔(۴۱)

دنیا میں سب سے پہلے اسکا آغاز شمالی امریکہ میں کمرشل میٹ پیکنگ سے ہوا۔ اٹھارہویں صدی میں صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں اس شعبہ میں بھی ترقی آتی گئی اور جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے مشین بنائی گئی۔انسائیکلوپیڈیا آف امریکہ میں ہے:

"Local meat stores of the late 1800's grew into large companies that processed thousands of Animals each day into freshment."(42)

’’گوشت کو سٹور کرنے کا رواج اٹھارویں صدی میں بڑھ گیا جس میں بڑی بڑی کمپنیوں نے ایک ہی دن میں کئی جانوروں کا تازہ گوشت سٹور کرنا شروع کر دیا۔‘‘

آرمر نے خنزیر کے ذبح خانے کا ایک کاروبار میلواکی میں 1867ء حاصل کیا اور پھر وہ شکاگو چلا گیا اور 20 سال میں 1.5 ملین خنزیر اور جانور سالانہ ذبح کئے مشینی ذبیحہ کی ایجاد میں بہت بڑے پیمانے پر خاص طریقہ کار اور تیز رفتار ذبح کی ایجاد میں اگرچہ دوسروں کا حصہ بھی ہے مگر آرمر ہر ایک سے الگ ہے اور اس کو یہ امتیاز نظریاتی تشکیل اور ترکیبی حصول کی درستگی کی وجہ سے دیا جاتا ہے کہ جس نے ذبح کی صنعت کی ترقی کی طرف راہنمائی کی۔(۴۳)

انیسویں صدی کی ابتداء میں مشینی ذبیحہ نے اتنی خاص ترقی نہیں کی ہے لیکن جوں جوں سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی آتی گئی تو حفظانِ صحت کے مطابق مشینی ذبیحہ کا رجحان بڑھتا گیا لیکن انسائیکلو پیڈیا آف برطانیہ کی تحقیق کے مطاق مشینی ذبیحہ میں 1950ء کے بعد بہت بڑے پیمانے پر حفظان صحت اور پیکنگ دونوں ٹیکنالوجی کی مشینری میں ترقی ہوئی۔

مشینی ذبیحہ میں ذبح کرنے کا طریقہ:

جدید مشینیں ہر قسم کے جانور اور مرغیوں کے لئے الگ الگ بنی ہوئی ہے مرغیوں کو ذبح کرنے کا الگ طریقہ ہے اور گائے، بھیڑ اور بکریوں کو الگ طریقے سے ذبح کیا جاتا ہے۔

مرغیوں کو جدید مشین میں ذبح کرنے کا طریقہ:

یہ مشین لوہے کی پٹری پر مشتمل ہوئی ہے۔ اس میں بہت سی ہک (Hooks) لٹک رہی ہوتی ہیں۔ مرغیوں کو لاکر پاؤں کی طرف سے ان ہک کے کڑوں کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ یہ ہک (Hooks) مرغیوں کو لیکر آگے چلتی ہیں جہاں مرغیوں پر ٹھنڈا اور کرنٹ والا پانی ڈالا جاتا ہے۔ اس پانی سے مرغیوں کا جسم بھی صاف ہو جاتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بے ہوش بھی ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد یہ مرغیاں مشین کے ذریعے آگے کی طرف جاتی ہیں جہاں پر کٹر (Cutter) کے ذریعے انکی گردنوں کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

چوپائیوں کو ذبح کرنے کا طریقہ:

مرغیوں اور چوپائیوں کے کاٹنے کا عمل ایک جیسا ہوتا ہے۔لیکن چوپائیوں پر پانی ڈال کر بے ہوش کرنے کی بجائے ان کو درج ذیل طریقوں سے بے ہوش کیا جاتا ہے۔

۱۔پستول کے ذریعے:(Capitive Belt Pistal stuming)

جانور کو مشین میں جکڑ کر گردن کو ایک جگہ Fix کیا جاتا ہے،اس کے بعد جانور کی پیشانی پر پستول کے ذریعے گولی چلائی جاتی ہے۔گولی میں بارود کی بجائے دھات کی بنی ہوئی ایک چھوٹی سلاخ ہوتی ہے۔جو جانور کے دماغ میں سوراخ کر کے بے ہوش کر دیتی ہے پھر اس کے بعد کٹر کے ذریعے گردن کو کاٹا جاتا ہے۔

۲۔ہتھوڑے کے ذریعے:(Hammer Hit Stuming)

اس طریقہ میں جانور کے سر پر ایک زوردار ہتھوڑا مارا جاتا ہے۔جس سے وہ بے ہوش ہوجاتا ہے لیکن آج کل یہ طریقہ ختم ہو رہا ہے۔

۳۔کاربن ڈائی آکسائیڈ سے:(Carbon dyxioids Gas Stuming)

بعض ذبیحہ خانوں میں یہ عمل بھی ہوتا ہے کہ ایک بند کمرے میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس چھوڑ کر جانوروں کو بے ہوش کیا جاتا ہے اور بعد میں ذبح کیا جاتا ہے۔

۴۔کرنٹ کے جھٹکے سے:(Electric Shock Stuming)

بعض مشینوں میں یہ طریقہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ذبح کے عمل سے پہلے الیکٹرک کے ذریعے کرنٹ لگا کر بے ہوش کیا جاتا ہے۔(۴۴)

مشینی ذبیحہ پر وارد ہونے والے شرعی اشکالات:

1. ذبح کرنے سے پہلے ذبیحہ کو کرنٹ والے ٹھنڈے پانی، گولی، ہتھوڑا اور کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کے ذریعے جو بے ہوش کیا جاتا ہے اس بے ہوشی کے عمل میں جانور کے مردار ہونے کا خطرہ ہے اور یہ بات مشاہدہ میں بھی آئی ہے کہ کئی دفعہ ذبح سے پہلے جانور مر جاتا ہے۔

2. ذبیحہ پر ذبح کے وقت تسمیہ پڑھنا ضروری ہے لیکن مشینی ذبیحہ میں چند سیکنڈ میں بہت سی مرغیاں ذبح کر دی جاتی ہیں لہٰذا تسمیہ کا صدور عین ذبح کے وقت ناممکن ہے۔

3. مشینی ذبیحہ میں ذابح مجہول ہے کیونکہ یہاں تو سب عمل مشین کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ پاس کھڑا شخص جو بٹن دباتا ہے اسکا اور کاٹنے والے کٹر کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔

4. گھومنے والی چھری سے گردن کا صحیح جگہ سے کاٹنا ناممکن ہے کیونکہ جانوروں کی گردنیں لمبی یا چھوٹی ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ تو سر کٹنے کا خطرہ ہوتا ہے اور کئی دفعہ سینے پر چھری چل جاتی ہے لہٰذا یہاں چار رگوں کا کاٹنا ناممکن ہے۔

درج بالا سب محض اعتراضات نہیں بلکہ مشاہدہ میں بھی یہی دیکھا گیا ہے۔

مشینی ذبیحہ کو جائز قرار دینے والے علمائ:

مشینی ذبیحہ کے مجوزین میں سے سب سے زیادہ اور پرزور حمایت کرنے والے مصری علماء ہیں۔ ان مصری علماء میں شیخ عبدہ سرفہرست ہیں۔ مفتی محمد عبدہ مصری نے مشینی ذبیحہ کے مطلق حلال ہونے کا فتوی دیا جیسا کہ ان کے شاگرد محمد رشید رضا لکھتے ہیں:

> **والتی لاعتقد ان النبی لو اطلع علی طریقة التذکیة اسھل علی الحیوان ولا ضرر فیھا کالتذکیة بالکھربائیة ان صح ھذا الوصف لفضلھاعلی الذبح (۴۵)**
>
> ''اور بے شک میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر نبی کریم ﷺ کو تذکیۃ کا وہ طریقہ معلوم ہوجاتا جو حیوان پر زیادہ سہولت والا ہے اور اس میں نقصان نہیں ہے جیسا کہ الیکٹرک شاک کا ذبیحہ، بے شک یہ صحیح ہے اور ذبح کا زیادہ بہتر طریقہ ہے۔''

جدید محققین میں سے شیخ یوسف قرضاوی نے مشینی ذبیحہ کو جائز قرار دیا ہے۔

> **کا الذین حرموا ذبح المجز آلالی او حیوان ان یکون الذبح با لید والسکین المعتادة ھو ولا بد وقد یلیق ھذا بمجتمع بسیط**

قليل الاستهلاک لا نتاج الحيوانی امافی المجتمعات الکبيرة و حيث مايکون الا نتاج الحيوانی بئات الوف الرءوس و يراد ذبحها المذابح الا لية التی تقوم فيها الما لکية مقام الانسان فتو مر جهده وقته(۴۶)۔

''جس طرح وہ لوگ جنہوں نے دھاری دار آلے (مشین) سے ذبح کو حرام قرار دیا ہے اور ہاتھ سے اس کام کے لئے تیار کی گئی چھری کے ساتھ ہی ذبح کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں ایسا کم تعداد اور چھوٹے جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے تو ٹھیک تھا لیکن جہاں ہزاروں کی تعداد میں جانوروں کو ذبح کرنا ہو وہاں اسطرح کے احکامات انسانوں کو سخت مشکل سے چھٹکارہ اور وقت بچانے والے ہیں۔''

جامعہ از ہر مصر کے علماء نے بھی مشینی ذبیحہ کو جائز قرار دیا ہے۔

"The famous Al Azhar Universtiy in Egypt has declaned that according to the four sunni modles (school of Jurisprudence of Sunni Islam) stumming before slaughter is halal" (۴۷)

یمن میں اسلامی احکامات کی قانون سازی کے ادارہ ''دار المصطفی کونسل'' نے یہ قانون پاس کیا ہے کہ جانوروں کو ذبح سے پہلے Stumming کر کے گوشت بنانا حلال ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جانور ذبح کے وقت زندہ ہو۔

"The council for legal verdicts at Dar-Al-Mustafa for Islamic Studies in Yemen Have ruled that the meat of Animal which is stummed before slaughter is halal as long as animal is alive at the time of slaughter. (۴۸)

سلفی علماء نے بھی Stumming کی اجازت دی ہے۔

''Salefies permit stumming'' (۴۹)

پاکستان میں اسلامی فقہ اکیڈمی نے بھی اسے حلال قرار دیا ہے۔

مشینی ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے علماء کی آرائ:

مفتی محمود لکھتے ہیں:

''مشین کا ذبیحہ تو ظاہر ہے کہ شرعی ذبیحہ نہیں ہے۔'' (۵۰)

امداد الفتاوی میں ہے:

''اگر آدمی اس مشینی ذبیحہ کو بہتر اور شریعت کو ناقص جانے تو اس شخص کے کفر میں شبہ نہیں۔'' (۵۱)

ذبح کا یہ طریقہ غلط ہے۔ اگر سر پر چوٹ مار کر ذبح کرنے میں جانور کو راحت ملتی اور یہ طریقہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہوتا تو رسول کریم ﷺ اس کی تعلیم خود فرماتے۔ جن لوگوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا ہے وہ گویا اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ذہین اور عقلمند ثابت کرنے جا رہے ہیں۔ اگر پاکستان میں یا کسی اور ملک میں یہ طریقہ رائج ہے تو فوراً بند ہونا چاہئے۔ (۵۲)

مشینی ذبیحہ پر ہونے کے اعتراضات کا جائزہ:

مشینی ذبیحہ میں تسمیہ کا تصور:

مشینی ذبیحہ میں مشین کے پاس کھڑا شخص تسمیہ پڑھ رہا ہوتا ہے اور مشین الیکٹرک سسٹم کے تحت خود بخود سب کام سرانجام دیتی ہے اس میں خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اولاً تو تسمیہ پڑھنے والے کو مرغیوں کی تعداد کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کتنی ذبح ہوگئی ہیں جب تعداد کا بھی نہ پتہ ہو تو عین گلے کے کٹنے کا کب علم ہوگا؟ اس صورت میں تسمیہ عین ذبح کے وقت نہ پڑھا گیا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ مشین کا کٹر چل جائے اور مشین چلانے والا بعد میں تسمیہ پڑھے۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے ایک بار تسمیہ پڑھنے کو اس عمل میں کافی سمجھا ہے۔

وقد یجوز الاکتفاء بالتسمیة عند کل مدة تشغل فیھا آلائه (۵۳)

''مشین کے آلہ چلنے کے وقت ابتدا میں ایک بار تسمیہ پڑھ لینا جائز ہے۔''

ڈاکٹر یوسف قرضاوی کو مشینی ذبیحہ کے متعلق حلال ہونے کا فتوی دینے میں جو غلط فہمی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ قرضاوی نے مشینی ذبیحہ کو ذبح اضطراری پر قیاس کیا ہے نیز یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جب تسمیہ کا معاملہ آتا ہے تو وہ امام شافعی کا مسلک اختیار کر لیتے ہیں کہ تسمیہ کا پڑھنا سنت ہے لیکن جمہور علماء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ تسمیہ کا پڑھنا واجب ہے نیز ہر ذبیحہ پر ذبح کرتے وقت الگ الگ تسمیہ پڑھنا ضروری ہے۔

لو سمی و ذبح بھا واحدةً ثم ذبح اخریٰ و ظن ان الواحدة تکفی لھا لا تحل (۵۴)

''اگر تسمیہ پڑھا اور اس کے ساتھ ایک کو ذبح کیا پھر اس کے بعد دوسرا ذبح کیا اور خیال کیا کہ پہلے والا تسمیہ کافی ہے تو ایسا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔''

نیز مشینی ذبیحہ میں ایک خرابی یہ بھی لازم آتی ہے کہ غیر ارادی طور پر ذابح سے تسمیہ چھوٹ جانے کا خطرہ ہے۔ کیونکہ سارا دن مشین چل رہی ہے اور مشین کے تیزی کے عمل کے نتیجہ میں ذبیحہ کی گردن کٹ جائے اور تسمیہ نہ پڑھا جا سکے۔

مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ ان طریقوں کے اختیار کرنے سے جانور کی موت واقع ہونے کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے تب ان طریقوں کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے اور بے ہوش کرنے کے بعد ذبح کئے گئے جانور کو حلال نہیں کہا جائے گا اور جب تک یہ طریقے مشکوک ہیں اس وقت تک ان سے دور رہنا ہی مناسب ہے۔ (۵۵)

مجہول ذابح کی شرعی حیثیت:

مشینی ذبیحہ میں ذابح کا تعین بہت ہی مشکل عمل ہے کیونکہ الیکٹرک کے ماتحت یہ مشین خود بخود کام کرتی ہے لیکن مشینی ذبیحہ کو جائز قرار دینے والوں نے اس شخص کو ذابح قرار دیا ہے جو بٹن

(Start) کرتا ہے۔ ایک بار بٹن دبانے سے وہ مشین پورا دن کام کرتی رہتی ہے ایک ہی وقت میں وہ کئی مرغیوں کو ذبح کر دیتی ہے مشینی ذبیحہ میں ذابح کے مجہول ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ ایک دن میں ہزاروں مرغیاں / جانور ذبح ہو جاتے ہیں لیکن ذابح کو ان کی تعداد کا بھی پتہ نہیں ہوتا نیز ممکن ہے کہ وہ غیر ارادی طور پر بھی تسمیہ کو چھوڑ دے اور کسی کام میں مصروف ہو جائے۔

مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ اب سوال یہ ہے کہ اس مشینی ذبیحہ کے عمل میں ذابح کون ہے؟ اسکا جواب تو یہ دیا جا سکتا ہے کہ جس شخص نے پہلی مرتبہ مشین اسٹارٹ کی ہے وہی ذابح ہے کیونکہ بجلی کی مشین کی تمام کاروائیاں اسکی طرف منسوب ہوتی ہیں جس نے وہ مشینی چلائی اس لئے کہ آلہ مشین ذوی العقول نہیں ہے۔(۵۶)

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ مشین چلانے والے نے ایک مرتبہ تسمیہ پڑھا ایک ذبیحہ چلا گیا پھر دوسری بار مشین کی تیزی کی وجہ سے ذبیحہ کا گلہ تو کٹ گیا ہو لیکن ذابح نے تسمیہ چھوڑ دیا ہو۔ حالانکہ تسمیہ کا عین ذبح کے وقت فی الفور پڑھنا واجب ہے۔ جیسا کہ ابن عابدین کا کہنا ہے:

ان الشرط فی التسمیۃ الفور (۵۷)

''تسمیہ کو ذبح کے وقت فی الفور پڑھنا شرط ہے۔''

درج بالا سے تصریحات سے ثابت ہوا کہ مشینی ذبیحہ میں ذابح کے مجہول ہونے کی وجہ سے بھی تسمیہ کا عمل مشکوک ہو جاتا ہے۔

مشینی ذبیحہ میں گردن کٹنے کا عمل:

مشینی ذبیحہ میں ایک کٹر (Cutter) مسلسل چل رہا ہوتا ہے جس سے بے ہوشی کے بعد گردن کاٹی جاتی ہے اور قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ اس بات پر تمام ائمہ متفق ہیں کہ ذکاۃ اختیاری کا مرکز و محور رگوں کا کاٹنا ہے۔ مشینی ذبیحہ میں گردن کی رگیں تو کٹ جاتی ہیں لیکن بعض اوقات اور بالخصوص مرغیوں میں گردن کو کاٹنے کی بجائے سینے کو کاٹا جاتا ہے حالانکہ ذکاۃ اختیاری

کا محل حلق اور نرخرہ ہے۔ اس عمل میں پہلی خرابی تو یہ لازم آتی ہے کہ اکثر اوقات سر کو جسم سے کاٹ کر الگ کر دیا جاتا ہے اور سر کو جسم سے الگ کرنا مکروہ عمل ہے۔ (۵۸) جن لوگوں نے مشینی ذبیحہ کو نحر پر قیاس کیا ہے وہ غلطی پر ہیں کیونکہ نحر صرف اونٹوں میں ہوتا ہے اور ذبح ہونے والے جانوروں کو نحر کیا جائے تو یہ مکروہ عمل ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو نحر ما یذبح و ذبح ما ینھر یحل لوجود فری الاوداج ولکنہ یکرہ (۵۹)

''اگر ذبح ہونے والوں کو نحر کیا جائے اور نحر ہونے والوں کو ذبح کیا جائے تو رگوں کے کاٹنے کی وجہ سے ذبیحہ تو حلال ہوگا لیکن یہ مکروہ ہوگا۔''

ذبح سے پہلے بے ہوش کرنے کا عمل:

مشینی ذبیحہ میں ذبح کرنے سے پہلے کرنٹ والے ٹھنڈے پانی، پستول کی گولی، ہتھوڑا یا گیس وغیرہ سے ذبیحہ کو (Stumming) بے ہوش کر دیا جاتا ہے۔ راقم کے نزدیک مشینی ذبیحہ کے حرام یا مشکوک ہونے پر سب سے بڑی یہی دلیل ہے کہ (Stumming) بے ہوشی کے عمل سے بہائم کی حرکت قلب بند ہو جاتی ہے اور یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ کمزور اور مریض بہائم تو اس بے ہوشی کے عمل سے گزرتے وقت ہی مر جاتے ہیں اور پھر اگلے مرحلہ میں جا کر مردہ ہی ذبح ہوتا ہے اور قرآن مجید نے مردہ جانور کو حرام قرار دیا ہے:

حرمت علیکم المیتۃ والدم (۶۰)

''تم پر مردار جانور اور خون حرام کیا گیا ہے۔''

مشینی ذبیحہ کو جائز قرار دینے والے کچھ محققین نے بے ہوشی کے عمل کو ''عقر'' پر قیاس کیا ہے لیکن یہ کسی بھی صورت میں عقر پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ عقر میں تو ذبیحہ بے قابو ہوتا ہے جبکہ

یہاں تو بند اور جکڑا ہوا ہے نیز بے ہوش کرنے سے ذبیحہ کو اضافی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے جبکہ شریعت اسلامی نے بہائم کو ذبح کے وقت تکلیف سے بچانے اور آسان طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے:

لان الاصل فی الذکاۃ انما ھو الاسھل علی الحیوان و ما فیہ نوع راحۃ (٦١)

''اصل ذکاۃ میں وہ طریقہ استعمال کیا جائے جو حیوان پر زیادہ آسان ہو اور اس میں راحت بھی ہو۔''

مشینی ذبیحہ میں جانور کو ذبح کی تکلیف سے پہلے ہی تکلیف دی جا رہی ہے جو کہ خلاف سنت ہے اور رسول پاک ﷺ نے جانوروں کو ذبح کے وقت تکلیف دینے سے منع کیا ہے:

ان اللہ کتب الاحسان علی کل شیء فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحة ولیحد احدکم شفرته ولیرح ذبیحته (٦٢)

''بے شک اللہ نے ہر چیز پر احسان لازم کر دیا ہے۔ جب تم کسی کو (جہاد میں) قتل کرو تو احسن انداز سے کرو اور جب تم ذبح کرو تو احسن انداز سے ذبح کرو، لہٰذا چھری تیز کرو تا کہ ذبیحہ کو راحت پہنچے۔''

بے ہوشی کے عمل کے نتیجہ میں جانور میں حیات (زندگی) کا باقی رہنا ناممکن ہے حالانکہ فقہاء نے ذبح کے وقت حیاۃ مستقرہ یعنی معمولی زندگی کو لازم قرار دیا ہے۔

قیام اصل الحیاۃ فی المستامن وقت الذبح قلت او کثرت فی قول ابی حنیفة وعند ابی یوسف و محمد لا یکتفی بقیام اصل الحیاۃ بل تعتبر حیاۃ مقدرۃ (٦٣)

''ذبح کے وقت پالتو جانور میں تھوڑی یا زیادہ زندگی کا پایا جانا ضروری ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک مستقل زندگی نہیں بلکہ اتنی ہو جس میں حیات کو فرض کیا جا سکے۔''

بے ہوشی کے عمل میں حیات مقدرہ کا بھی پایا جانا مشکوک ہے۔ اس بناء پر یہ بے ہوشی کا عمل صحیح نہ ہوا۔

حضور ﷺ نے معروف حدیث میں جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اوران کے ساتھ نرمی کا حکم دیا ہے۔ بے ہوش کرنے کے لئے پیشانی پر ہتھوڑا مارنا، بلاشبہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مشینی ذبیحہ کا پورا عمل شرعی اصولوں کی روشنی میں مشکوک ہے اور کئی صورتوں میں تو ذبیحہ کے مردار ہونے کا بھی یقینی علم ہے لہٰذا مسلمانو ں کو اس مشکوک عمل سے بچنا ضروری ہے۔ اگر اس میں درج ذیل خرابیاں دور کر دی جائیں تو پھر اسکا استعمال شرعاً درست ہوگا۔

۱۔ مشینی ذبیحہ سے بے ہوشی کا عمل مکمل طور ختم کر دیا جائے اور جانوروں کو قابو کرنے کے لئے کوئی دوسرا طریقہ اپنایا جائے۔

۲۔ مشین میں کٹر کے لئے الگ بٹن کا استعمال کیا جائے۔ جونہی کٹر کے قریب ذبیحہ آئے، پاس کھڑا شخص تسمیہ پڑھ کر بٹن دبا دے۔

۳۔ ایک مرتبہ بٹن دبانے سے ایک ہی ذبیحہ کو حلال کیا جائے تا کہ غیر ارادی طور پر تسمیہ رہ نہ جائے۔

۴۔ ذبح کے بعد کھال اتارنے کے لئے اتنا وقفہ کیا جائے کہ جانور میں سے جان مکمل طور پر نکل جائے۔☆

☆ قرآنی آیات پر اعراب لگانا ضروری ہے، مقالہ نگار نے کسی جگہ بھی یہ اہتمام نہیں کیا۔ (مدیر اعلیٰ)

حوالہ جات☆

1۔ عثمان، خلیل، اشرف المنجد عربی/ اردو، ص ۳۵۴، دارالاشاعت کراچی ۱۹۹۴ء
2۔ ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، ج ۲، ص ۴۳۹، مکتبہ دار الفکر بیروت ۱۹۹۷ء
3. المنجد، ص ۳۵۴
4. القرآن، المائدۃ، ٦
5. اردو، دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج ۱، ص ۱۷، مطبع دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۸ء
6. ابن عابدین، محمد امین بن عمر، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المختار علی الدر المختار، ج ٦، ص ۲۹۴، دار الفکر بیروت ۱۲۹۲ء
7. مینڈک امام شافعی کے نزدیک حلال ہے لیکن احناف کے نزدیک نہیں ہے۔ المرغینانی، برھان الدین علی بن بکر، متوفیٰ ۵۹۳ھ، ھدایہ، اولین، ج 4، ص 347، ، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان
8. الکاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۵، ص ۳۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸٦ء
9. القرآن، النحل، ۵
10. الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۳۹
11. القرآن، المائدہ، ۴
12. القرآن، البقرہ، ١٦٨
13. سعیدی، غلام رسول، تفسیر تبیان القرآن، ج ۳، ص ۵۲، فرید بکسٹال لاہور
14. القرآن۔، المائدہ، ۳
15. المرغینانی، ھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، ج ۴، ص ۳۴٦، دار احیاء التراث بیروت
16. القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، متوفیٰ ٦٧١ھ، الجامع لاحکام القرآن، ج ٦، ص ۵۲، ۵۳، دار الکتب المصریہ قاہرہ، ۱۹٦۴

☆ حوالہ جات مجوزہ اسلوب کے مطابق دیے جائیں نیز حوالہ جات کے نمبر شمار کے لیے اردو رسم الخطی اعداد استعمال کیے جائیں۔ (مدیر اعلیٰ)

17. السجستانی، ابوداود سلیمان بن اشعث، متوفی ۲۷۵، سنن ابی داوَد، رقم الحدیث ۲۶۲۸، مکتبۃ العصریہ بیروت

18. الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۴۱

19. ابن عابدین، محمد بن امین متوفی ۱۲۵۲، ردالمحتار رعلی الدرالمختار، ج ۵، ص ۲۹۴، دارالفکر بیروت

20. ابن قدامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، ج ۱۱، ص ۴۵ دارلکتب العلمیہ بیروت

21. الشافعی، محمد بن ادریس، متوفی ۲۰۴ھ، الام، ج ۲، ص ۲۵۹، دارالمعرفہ بیروت تاریخ ندارد

22. القرافی، احمد بن ادریس، الذخیرۃ للقرافی، ج ۴، ص ۱۳۳، دارالغرب الاسلامی بیروت ۱۹۹۴ء

23. ابن قدامہ، المغنی، ج ۱۱، ص ۴۴، ۴۵

24. ابن عابدین، ردالمحتار رعلی الدرالمختار، ج ۵، ص ۲۹۴

25. البابرتی، محمد بن محمد، متوفی ۷۸۶ھ العنایہ شرح الھدایہ، ج ۹، ص ۴۹۸، دارالفکر بیروت

26. الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۴۰

27. البابرتی، محمد بن محمد، متوفی ۷۸۶ھ العنایہ شرح الھدایہ، ج ۹، ص ۴۹۷، دارالفکر بیروت

28. الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۴۳

29. ایضا، ج ۵، ص ۳۵

30. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۴۹۸، باب التسمیۃ علی الذبیحۃ، دارالحدیث قاہرہ ۲۰۰۴ء

31. کاسانی، بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۴۲

32. القرآن، الانعام، ۱۲۱

33. بخاری، صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۵۰۳،

34. ابن رشد، ابوالولید محمد بن احمد، بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد، ج ۲، ص ۲۱۰ دارالحدیث قاہرہ ۲۰۰۴ء

35. (۱) بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۴۶، (۲) المغنی، ج ۱۱، ص ۴

36. القرآن، المائدہ، ۵

37. سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، ج ۳، ص ۸۹

38. ابن قدامہ، الکافی، ج ۶، ۱۶۱

39. الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۴۵

40. BBC. English Dictionary, Publisher, Harper collims, Bush House Place Road Londn. P:1057-1056

.41 above reference

42. Reber G.Kaffaman, Encyclopedia, American, First Publishing 1829 Mexico, 11:18, P 599

43. Editorial, Eeatural Slaughtering animal, crime & social health from animal People june 2011,www Animal People news.org.

44.Muhammad Sami Ullah, the meat Lawful and undlawful, in Islam, Published by sidiq First Karachi, P.18

45. رضا، محمد رشید، تفسیر المنار، ج ۴، ص ۲۵۵

46. القرضاوی، محمد یوسف، اجتھاد فی الشرعیۃ الاسلامیۃ ص ۳

47. Muhammad Sami Ullah, the meat Lawful and undlawful, in Islam, Published by sidiq First Karachi, P.185

48.Muhammad Sami Ullah, the meat Lawful and undlawful, in Islam, Published by sidiq First Karachi, P.35

49.=

50. گنگوہی، محمود الحسن، فتاوی محمودیہ، ج ۱۱، ص ۳۴۰، ناشر کتب خانہ کراچی، ۱۴۱۷ء

51. عبدالرحیم، فتاوی رحیمیہ، ج ۴، ص ۲۹۷ تا ۲۹۸ء ناشر کتب خانہ کراچی

52. لدھیانوی، محمد یوسف، آپ کے مسائل اور انکا حل،، ج ۴، ص ۲۲۳، ۲۲۴، لدھیانوی کتب خانہ کراچی

53. القرضاوی، محمد یوسف، اجتھاد فی الشرعیۃ الاسلامیۃ، ص ۳

54. ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، ج ۵، ص ۲۹۴

55. عثمانی، تقی، فقہی مسائل، ص ۲۸۸، میمن اسلامک پبلی کیشنز کراچی

56. ایضاً، ص ۲۵۸

57. ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، ج ۶، ص ۲۹۹

58. المرغینانی، ھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، ج ۴، ص ۳۴۶

59. الکاسانی، البدائع الصنائع، ج ۵، ص ۴۱

60. القرآن، المائدہ، ۴

61. الکاسانی، بدائع الصنائع ج ۵، ص ۴۱

62. قشیری، مسلم بن حجاج، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، رقم الحدیث، ۱۹۵۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت

63. حصکفی، علاء الدین محمد بن علی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، ج ۲، ص ۱۳۵، المکتبۃ الحقانیہ پشاور

سلوکِ نقشبندیہ: تعارف اور خصائص

رفعت اویس ☆

ABSTRACT:

The Naqshbandia Tariqa is named after Hazrat Baha-ud-Din Naqshband (R.A.)[d.791H/1389CE] and is a tariqa that is widely active throughout the world today. It is described as the 'Mother of all Tariqas' by Sheikh Ahmed Al-Farooqi Al-Sirhindi (R.A) [d.1034H/1624CE]. This Way consists of continuous worship in every action, both external and internal, with complete and perfect discipline according to the Sunnah of the Prophet. It consists in maintaining the highest level of conduct and leaving absolutely all innovations and all free interpretations in public customs and private behavior. It is the Way of complete reflection of the highest degree of perfection. It begins where the other orders end, in the attraction of complete Divine Love, which was granted to the first friend of the Most Beloved Prophet (Peace be upon Him), Sayyadina Abu Bakr as-Siddiq (Radi Allahu Ta'ala anhu).

اس کائناتِ ارضی میں انقطاع نبوت کے بعد اولیاءِ عظام ہی وارث علوم نبوت ہیں اور وہ علم جو انبیاء علیہم السلام سے باقی رہا ہے، دو قسم کا ہے ایک علم احکام [۱] دوسرا علم اسرار [۲] اور وہ عالم وارث ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ ملا ہو نہ کہ وہ عالم جس کو ایک ہی قسم کا علم ملا ہو اور

☆ پی ایچ۔ ڈی سکالر (سیشن ۲۰۱۳۔۲۰۱۶ء)

دوسرا علم اس کے نصیب میں نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو موروث کے سب قسم کے ترکہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اِن دونوں علوم کے حامل اولیاء عظام ہی ہیں، اور انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنْ اَوْلِیَاؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْن۔ [۳]

''تحقیق اس کے اولیاء نہیں ہوتے سوائے متقی لوگوں کے۔''

ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہ [۴]

''ان کی جلدیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نرم پڑ جاتے ہیں۔''

ان اولیاء عظام نے اپنے قلب ونظر اور ظاہر و باطن کا تزکیہ کرنے کے لیے مختلف طریقے اپنائے۔ اخلاق فاضلہ کو اپنی ذات سے پیدا کرنے کے طریقوں میں قدرے فرق ہے کوئی سلسلہ کسی طریقے سے مقصود پاتا ہے اور کوئی کسی اور طریقے سے مراد کو حاصل کرتا ہے تمام سلاسل اس امر میں متحد ہیں کہ سالک کا اصل مطلوب اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ مشہور سلاسل چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ اصولاً سب متحد ہیں کہ اصل مطلوب تصحیح اخلاق فاضلہ اور تکمیل تہذیب اخلاق حمیدہ اور طلب رضائے الٰہی ہے۔ اخلاق فاضلہ کی تصحیح سرکار دوعالم ﷺ کی اتباع سے ہوتی ہے آپ کی فردیت کامل ومکمل ہے اور آپ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کی صفات کا مجموعہ اور مخزن ہیں۔ اولیاء اللہ جب آپ کی اتباع میں منزلِ مقصود کی جانب گامزن ہوتے ہیں، تو آپ ﷺ کی فردیت کاملہ کی کوئی جہت، کوئی صفت ان کے قلوب پر منعکس ہوتی ہے تو نسبت قائم ہوتی ہے، یعنی فردیت محمدیہ کی کسی خاص جہت سے اس ولی کا خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے اسی کو اصطلاح طریق تصوف میں یہ خاص نسبت اللہ کے اس ولی سے منتسب ہونے میں اتباع سنت کی برکت سے جاری رہتی ہے۔ سلاسل میں نسبتوں کی یہی صورت ہے اور اسی اعتبار سے طریقوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہوتا ہے۔

طریقہ نقشبندیہ کے مختلف نام:

یہ طریقہ اوّل المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ مختلف زمانوں میں اس کے مختلف القابات رہے ہیں۔

۱۔ صدّیقیہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تک اسے ''صدیقیہ'' کہتے تھے۔

۲۔ طیفوریہ: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ تک اسے ''طیفوریہ'' کہتے تھے۔

۳۔ خواجگانیہ: حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تک اسے ''خواجگانیہ'' کہتے تھے۔

۴۔ نقشبندیہ: خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک ''نقشبندیہ'' کے نام سے موسوم تھا۔

۵۔ نقشبندیہ مجددیہ: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اِسے ''طریقہ نقشبندیہ مجددیہ'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ۵ ؎

نقشبندیہ کی وجہ تسمیہ:

نقشبند فارسی لفظ ہے جس کا معنی ہے نقاش۔ نقشبند کی وجہ تسمیہ کے متعلق کئی روایات ملتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کے والد مکرم کمخواب بافی کرتے تھے اور اس پر نقش ونگار کرتے تھے یوں آپ کا نام نقشبند مشہور ہو گیا۔ ۶ ؎

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند ایک بار مولانا زین الدین ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو تشریف لائے۔ مولانا نے فرمایا حضرت ہمارے لیے بھی ایک نقش بنائیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ہم تو نقش لینے کے لیے آئے ہیں، اس دن سے آپ کو نقشبند کہا جانے لگا۔ ۷ ؎

شیخ عبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''خوارق الاحباب فی معرفۃ الاقطاب'' میں لکھا ہے کہ جناب غوث الاعظم کی توجہ خاص سے (جو خواجہ نقشبند کی پیدائش سے ایک سو ستاون سال پہلے دی گئی تھی) اسم ذات کا نقش آپ کے دل پر ثبت کر دیا گیا تھا، اس لیے آپ نقشبند کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۸؎

نقشبند لقب کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ جس طالب کو جو ذکر تلقین فرماتے وہ اس کے دل پر نقش ہو جاتا تھا۔ ۹؎ حضرت خواجہ بہاؤالدین کو رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے نقشبندی کہا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت بہاؤالدین نقشبند کے مرشد نے آپ کو مٹی کے برتن پکانے پر مامور فرمایا۔ یہ کام بروقت نہ ہونے پر آپ کے مرشد ناراض ہوئے اور بھٹی کے پاس جا بیٹھے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ جذبہ ذکر سے خود بخود آگ لگ گئی اور بھٹی میں برتن جلد ہی پک گئے۔ ہر برتن پر لفظ اللہ نقش تھا۔ چنانچہ آپ کو نقشبندی کہا جانے لگا۔

کثرت کے ساتھ اللہ ذکر کرنے کے سبب حضرت خواجہ بہاؤالدین اس مرتبہ پر پہنچے تھے کہ اللہ کا پاک نام آپ کے دل پر نقش ہو چکا تھا۔

چونکہ نقشبند صورت بنانے والا اور پیدا کرنے والا کے معنی میں بھی آیا ہے اس لیے جس وقت صفت تکوین آپ کو عنایت ہوئی ممکن ہے خطابِ نقشبند بھی بارگاہِ رب العزت سے آپ کو عطا ہوا ہو۔ ۱۰؎

حضرت خواجہ بہاؤالدین کے طریقے کی بنیاد ذکر خفی اور مراقبہ پر ہے اور ان ہی دو چیزوں پر پوری عمر صرف کی جاتی ہے اور اس طرح سے ذکر دلوں میں منقش ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ طریقہ طریقت نقشبندیہ کہلاتا ہے۔ ۱۱؎

فارسی میں نقشبندی کے معنی ہیں نقش بستن یعنی صورت گری، تصویر کشی، نقش نگاری، نقاشی۔ نقشبند کے معنی ہیں مصور، صورتگر اور نقاش۔ فارسی نظم و نثر میں یہ لفظ ان ہی معنوں میں

استعمال ہوا ہے۔ نقشبندی گویا ایک فنی اصطلاح ہے۔ یعنی فن تصویر گری، یہ تصویر گری یا صورت کشی پھولوں، بیل بوٹوں، درختوں، ہریالی کی مختلف صورتوں اور شکارگاہوں کی ہوا کرتی تھی۔ جو ترقی یافتہ فن کاریگری کی صورت میں تیموری دور (جس میں حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ زندگی گزار رہے تھے) کی نمایاں خصوصیت تھی اور شرعی نقطہ نظر سے اس پیشے کو اختیار کرنے میں کوئی ممانعت نہیں تھی اور یہی وجہ ہے کہ تیموری دور کے پارچہ جات میں ہمیں قدرتی مناظر کی تصویر کشی نظر آتی ہے۔ ایسے تصویر کش فنکار کو نقشبند کہتے تھے اور اس پیشے کو نقشبندی۔ گویا ہم یہ گمان کر سکتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی پیشہ نقشبندی تھا چونکہ باطنی طور پر بھی آپ نقشبند تھے اس لیے یہ لقب خاص آپ ہی کا ہو گیا۔

سلوک نقشبندیہ کی بنیاد:

ایک مرتبہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی خدمت میں عرض کیا گیا" آپ کے سلوک نقشبندیہ کی بنیاد کس چیز پر ہے؟" آپ نے فرمایا: "خلوت درانجمن" پر، یعنی باہر سے لوگوں کے ساتھ رہنا اور اندر سے اللہ کے ساتھ رہنا۔ ہمارا طریقہ ہے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، لوگوں کے ساتھ رہنا، ان کے ساتھ گزر بسر کرنا اور خلوت نشینی سے پرہیز کرنا۔ خلوت اختیار کرنے سے شہرت ہوتی ہے اور شہرت میں آفت ہے اور خیریت لوگوں کی جماعت کے ساتھ رہنے میں ہے۔ ۱۲؎

سلوک نقشبندیہ کی خصوصیات:

یوں تو چاروں سلاسل طریقت نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ موصل الی اللہ ہیں، لیکن قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے چاروں سلاسل کے طریقے معمولی تغیر و متبدل کے ساتھ مختلف ہیں اور چاروں طریقے برحق ہیں۔ طالب جس طریقہ میں بھی مرشد کامل کے ذریعہ شامل ہو جائے باعث رحمت و برکت ہے مگر طریقہ نقشبندیہ چند خصوصیات کا حامل ہے اس لیے اس طریقہ کی دوسرے طرق پر فضلیت ظاہر و باہر ہے۔

1۔ نسبت صدیقی رضی اللہ عنہ اور صحو: ۱۳؎

اس بلند طریق کے سر حلقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء کے بعد بالاتفاق تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے آپ کو وہ نسبت اخص الخاص حاصل ہے جس سے آپ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ممتاز ہیں۔

چنانچہ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اَمَنّ النّاس عَلَیَّ فِی مَالِہٖ وَ صُحبَتِہٖ اَبو بکرٍ وَلَوْ کُنتُ مُتَّخِذاً خَلِیْلاً لَّاَتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیلاً ۱۴؎

''اپنے مال اور صحبت کے لحاظ سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیل بناتا۔''

عَنْ مُحَمَّدِبْنِ جُبَیْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ امْرَاَۃً سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ شَیْئًا فَاَمَرَھَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْہِ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَرَئَیْتَ اِنْ جِئْتَ فَلَمْ اَ جِدْکَ قَالَ اَبِیْ کَاَ نَّمَا تعْنِی الْمَوْتَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِی فَأْتِیْ اَبَابَکْرٍ ۱۵؎

''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر آنا، اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ بتلائیں کہ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں، حضرت جبیر بن مطعم نے کہا اس سے مراد موت تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آنا۔''

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

''آپ کو معلوم ہے کہ اولیاء کے تمام سلاسل کے درمیان سلسلہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے پس صحو کی نسبت ان

میں غالب ہوگی اور ان کی دعوت اتم ہوگی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کمالات ان پر ظاہر ہوں گے۔" ۱۶؎

دوسری جگہ فرمایا:

اے برادر! اس بلند طریق کے سر حلقہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگوں کی عبارتوں میں آتا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضور اور آگاہی ہے بعینہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت و حضور ہے جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے۔ ۱۷؎

2۔ متابعت سنت رسول ﷺ:

اس طریقہ عالیہ کا مدار متابعت سنت کے التزام اور بدعت سے اجتناب پر ہے اس میں اوراد و اذکار بھی وہی ہیں جو ماثور ہیں۔ حضور سید المرسلین ﷺ نوع بشر بلکہ ملائکہ سے بھی اکمل ہیں۔ ظاہر و باطن اور صفات جبلی و کسبی میں اور علمی اعتقاد و عمل اور عبادات و عادات اور معاملات میں جو شخص حضور اکرم ﷺ سے جس قدر زیادہ مشابہت پیدا کرے گا اُسے اِسی قدر کامل جاننا چاہیے اور جو شخص مشابہت میں ان اشیاء میں سے کسی چیز میں قاصر ہے اس کو اس قدر ناقص سمجھنا چاہیے۔ کمال اتباع سنت جو حضرات نقشبندیہ نے اختیار کیا ہے اس کے سبب وہ دوسروں سے سبقت لے گئے اور کمال متابعت کی وجہ سے یہی کمال مشابہت ان کی افضلیت کی دلیل ہے طریقہ نقشبندیہ میں متابعت سنت رسول ﷺ کی پابندی کا بے حد التزام کیا جاتا ہے اور معمولی سے معمولی آداب سنت ترک کرنے پر رضا مند نہیں ہوتے۔

خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م-۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارا طریقہ نادر اور عروۃ الوثقی ہے سنت رسول ﷺ کی بدرجہ کمال اقتدا کرنا اور آثار صحابہؓ کی پیروی کرنا"۔

۱۸۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ وہ طریقہ جو اقرب، اسبق، اوفق، اوثق، اسلم، احکم، اصدق، اولیٰ، اعلیٰ، اجل، ارفع، اکمل اور اجمل ہے وہ طریقہ نقشبندیہ ہے قدس اللہ ارواح اہالیھا واسرار موالیھا۔ اس طریقہ کی یہ تمام بزرگی اور اس سلسلہ کے بزرگوں کی بلند شان، روشن سنت علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی سنت کی متابعت کی پابندی اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب کی وجہ سے ہے اسی وجہ سے ان کے حضور اور آگاہی نے دوام پیدا کیا ہوا ہے اس درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی دوسروں پر فوقیت لے گئی ہے۔ ۱۹۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''اس طریق کا مدار دو اصولوں پر ہے جن میں پہلا شریعت مصطفی ﷺ پر اس حد تک استقامت اختیار کرنے کہ اس کے چھوٹے سے چھوٹے آداب کو ترک کرنے پر بھی راضی نہ ہو۔'' ۲۰۔

3۔ عزیمت:

توبہ پر استقامت اور عزیمت اختیار کرنا اور رخصت سے اجتناب رکھنا بھی اس طریقہ کی خصوصیت ہے۔ مشائخ نقشبندیہ عمل پر عزیمت کو حتی المقدور ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور خصت پر عمل تجویز نہیں کرتے وہ احوال و مواجید کو احکام شریعت کے تابع رکھتے ہیں طریقہ نقشبندیہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا طریقہ ہے۔ نہ تو اس میں زیادت کی گئی ہے اور نہ ہی کمی کی گئی ہے۔ طریقہ نقشبندیہ ظاہر و باطن میں دائمی عبادت سے عبارت ہے اس میں سنت و عزیمت کا علی وجہ الکمال التزام کیا جاتا ہے اور حرکات و سکنات، عادات و عبادات اور معاملات میں

بدعت اور رخصت سے بالکل اجتناب کیا جاتا ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

''اکابر نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم نے عزیمت کو اپنا معمول بنایا ہے، اور رخصت سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے۔'' ۲۱۔

4۔ اندراج النہائیت فی البدائیت:

طریقہ نقشبندیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے بزرگ جہاں دوسروں کی نہایت ہوتی ہے وہاں سے ابتدا کرتے ہیں کیونکہ ان حضرات نے سنت رسول ﷺ کی پابندی کی وجہ سے اپنی سیر کی ابتداء عالم امر سے کی ہے۔ بخلاف دوسرے سلاسل کے مشائخ کے کہ ان کی سیر کی ابتداء عالم خلق سے ہوتی ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اس سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں بخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ قدس اللہ اسرارھم کے۔ لہذا طریقہ نقشبندیہ وصول کے لیے دوسرے سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے تو ضروری طور پر دوسروں کی انتہا ان کی ابتداء میں مندرج ہے۔ بزرگوں کا طریقہ بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرام) کو حضور خیر البشر ﷺ کی پہلی صحبت میں بطریق اندراج نہایت در بدایت وہ کچھ میسر آ گیا جو کامل اولیاء امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی بہت کم میسر آتا ہے۔ لہٰذا حضرت وحشی رضی اللہ عنہ ۲۲۔ قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو صرف ایک بار صحبت خیر البشر ﷺ میں پہنچے، حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ خیر التابعین میں سے افضل قرار پائے۔'' ۲۳۔

5۔ قربِ خداوندی کا اقرب طریقہ:

طریقہ نقشبندیہ بنسبت دیگر طریقوں کے قربِ خداوندی میں قریب ترین ہے اور مرید کے لیے توحید کے درجات پانے میں زیادہ مددگار اور آسان ہے۔ کیونکہ طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد تصرف وجذبہ کے پانے پر ہے جو سلوک کا مقدمہ ہے۔ تصرف وجذبہ مرید کے دل میں اس مرشد کامل کے ہاتھ سے حاصل ہوگا جس نے حضور ﷺ کی اس وراثت کو پایا ہو۔ تصرف وجذبہ طریقہ نقشبندیہ میں ایک واسطہ اور بنیاد ہے اور سنت کا اتباع، بدعت سے اجتناب، عزیمت کو رخصت پر ترجیح دینا، برے اخلاق سے دور ہونا اور اچھے اخلاق وفضائل سے مزین ہونا طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے۔ ۲۴؎

خلاصہ اس طریقہ کا یہ ہے کہ جذب اس طریقہ عالیہ میں سلوک مقدم ہے تو جو شخص پہلے جذب کی کیفیت سے مشرف ہو پھر سلوک سے تو یہ شخص وصل (قرب اللہ تعالیٰ) کے اعتبار سے اس شخص سے زیادہ قریب ہے جو پہلے سلوک پھر جذب سے مشرف ہوا اس لیے کہ پہلا شخص مجذوب سالک ہے اور دوسرا سالک مجذوب اور ان میں فرق فضیلت کے لحاظ سے کسی پر پوشیدہ نہیں۔ دوسرے طریقوں کی بنیاد اس بات پر ہے کہ سلوک مقدم ہے جذب پر۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

> ''پس مشائخ کے طریقوں میں سے جس طریقہ میں احکام شریعت کی زیادہ رعایت ہوگی وہ تمام وصول الی اللہ کے طریقوں میں افضل ہوگا۔ کیونکہ اس میں نفس کی زیادہ مخالفت ہے اور وہ طریقہ نقشبندیہ ہے۔'' ۲۵؎

حضرت بہاؤالدین نقشبند نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک ایسا طریقہ وضع کیا ہے جو نفس کی زیادہ مخالفت ہونے کے باعث تمام وصول الی اللہ طریقوں سے افضل ہے۔ ۲۶؎

6۔ ذکرِ قلبی:

قلبی ذکر بعض طریقوں میں دوسرا مرتبہ ہے، حالانکہ ذکر قلبی نقشبندی حضرات رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کے نزدیک پہلا مرتبہ ہے پس نقشبندی حضرات کا پہلا قدم ہی ذکر قلبی ہے۔ لیکن مرید ذکر قلبی بزرگوں کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا اور سالک کا مشائخ نقشبندیہ کی توجہ کے بغیر اس مرتبہ میں ثابت قدم رہنا ناممکن ہے تو تُو ان بزرگوں (نقشبندی مشائخ) سے حصول فیض کا قصد کر اور تو ان کے عرفان کی خوشبو کو سونگھنے کی کوشش کر، ممکن ہے کہ تو ان بزرگوں میں سے کسی ایک سے فیض حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے پس تو اپنی کامیابی کو اس نفیس جوہر کے حاصل کرنے میں سمجھتا کہ تجھ سے شیطان کا فریب دور ہوجائے اس لیے کہ نقشبندی حضرات کا طریقہ سب سے زیادہ آسان اور قرب خداوندی میں سب سے زیادہ قریب ہے اور اس طریقہ میں بھوک اور زیادہ شب بیداری نہیں بلکہ اس میں اعتدال ہے۔

7۔ سالک مجذوب اور مجذوب سالک:

سالک مجذوب پہلے آسمان کے موجود ہونے کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتا ہے پھر ان نشانیوں سے آسمان کے وجود پر دلیل پکڑتا ہے اور پھر آسمان کے وجود کو ثابت کرنے پر دلیل قائم کرتا ہے اوصاف کے ثبوت سے ذات خداوند تعالیٰ کے وجود پر دلیل قائم کرتا ہے یہ اس لیے کہ یہ محال و ناممکن ہے کہ ذات کے صفات تو ہوں اور ذات کا وجود نہ ہو (مطلب یہ ہے کہ سالک مجذوب محسوسات سے وجود باری پر دلیل پکڑتے ہیں) تو یوں وجود باری تعالیٰ کے وجود پر دلیل پکڑتا ہے۔

مجذوب سالک پہلے ذات کا مشاہدہ کرتا ہے وہ بھی اپنی استعداد کے مطابق (اگر استعداد ہے تو ذات کا مشاہدہ کرسکے گا ورنہ نہیں) پھر صفات کے مشاہدہ کی طرف لوٹتا ہے پھر آثار (صفات کے علامات) کی مشاہدہ کی طرف لوٹتا ہے یعنی مجذوب سالک کا معاملہ سالک مجذوب کے بالعکس ہوتا ہے تو سالک مجذوب کی انتہا مجذوب سالک کی ابتداء ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر لحاظ سے مجذوب سالک، سالک مجذوب سے افضل ہوگا اس لئے کہ سالک مجذوب صحو اور فنا کی تحقیق کے درپے ہے اور مجذوب سالک بقا اور صحو کے طریقے پر چلا ہے۔ ۲۷۔

مجذوب سالک بہتر و اعلیٰ ہے منازل سلوک طے کرنے میں تو دونوں برابر ہیں لیکن مجذوب سالک کی افضلیت اس وجہ سے ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے ذریعے اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے اور سالک مجذوب اشیاء کو مشاہدہ اس لیے کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کر سکے۔

اسی طرح سالک مجذوب کے عروج کی انتہا فنا تک ہے اور مجذوب سالک کے عروج کی انتہا فنا کے بعد بقا و صحو تک ہے۔ مجذوب سالک، سالک مجذوب سے کامل ہے تو اس لیے ہے کہ فنا کے بعد بقا کی نعمت سے مشرف ہونا انبیاء علیہم السلام اور انکے وارثین جو کامل و مکمل رہنماء ہیں کا مقام ہے جس کو فنا کے بعد بقا حاصل نہ ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ مقام رشد و ہدایت پر بیٹھ جائے اور نہ ہی وہ رشد و ہدایت کی صلاحیت رکھتا ہے تو سالک مجذوب کے لیے ضروری ہے کہ وہ فنا سے بقا کی طرف رجوع کرے تا کہ اس سے فیض و رہنمائی حاصل کرنا درست ہو اور طریقہ نقشبندیہ میں جذب کا غلبہ ہوتا ہے پھر سلوک کی یہ بات وہ شخص جان سکتا ہے جس نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے کچھ چکھا ہو۔

8۔ خلوت میں جلوت:

مشائخ نقشبندیہ کی خلوت، جلوت میں ہے یہ حضرات عام مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں لیکن ان کے دل اپنے مولا کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں تو ہر مجمع ان کے لئے خلوت و گوشہ نشینی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس حالت کو یوں ارشاد فرمایا ہے:

رِجَالٌ لَاتُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِاللّٰهِ ۸۲۔

"وہ ایسے مرد ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔"

جب ذکر فوت ہو جائے یعنی چھوڑ دیا جائے تو اللہ کے ذکر کی کوئی قضاء نہیں اور حضور قلب کی کیفیت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب حق تعالیٰ کا ذکر پختہ ہو جائے تو پھر تیری جلوت اور

خلوت میں کوئی تضاد باقی نہ رہے گا۔ بلکہ ظاہر میں تو لوگوں کے ساتھ ہوگا، لیکن تیرا دل تیرے رب کی یاد میں کامیاب رہے گا اور یہی کیفیت طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے ابتداء میں بھی اور انتہا میں بھی۔ نقشبندیہ حضرات کی خلوت ان کی جلوت میں ہے تو یوں سالک کا سلوک مکمل ہو جاتا ہے، یہ حضرات نقشبندیہ جب لوگوں (دنیاداروں) کے ساتھ بیٹھتے ہیں تو بظاہر ان کے جسم ان کے ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں لیکن دل میں وہ انہیں دور کرتے ہیں۔ ۲۹۔

9۔ تصفیہ تزکیہ سے پہلے:

علامہ سید محمد بن شرف حسینی نے فرمایا ہے کہ کسی کو ذکر کی تلقین اس وقت تک نہ کی جائے جب تک وہ خدمات اور دشوار ریاضت (جس کے ذریعے نفس کی سرکوبی کی جاتی ہے اور جس کے ذریعے تزکیہ حاصل ہوتا ہے) میں قدم نہ رکھے، لیکن طریقہ نقشبندیہ میں ایسا نہیں ہے بلکہ ان حضرات کا طریقہ بالعکس ہے۔ نقشبندی حضرات فرماتے ہیں کہ انسان جب تصفیہ اور حق کی طرف صدق دل سے متوجہ ہوتا ہے اسے ایک لمحے میں خدا تزکیہ عطا فرما دیتا ہے۔ تزکیہ بھی ایسا کہ غیر نقشبندی کو سالوں کی ریاضات سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ یہ اس لیے کہ ان حضرات کے نزدیک جذب سلوک پر مقدم ہے اور ان کا سلوک مستدیر ہے مستطیل نہیں ۳۰۔ اور ان کا پہلا قدم ہی حیرت اور فنا میں ہوتا ہے۔ جیسے کہ حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہماری (نقشبندیوں کی) ابتداء دوسرے طریقوں کی انتہا ہے اور مزید فرمایا کہ اگر بہاؤالدین کی ابتداء بایزید بسطامی کی انتہا نہ ہوتی تو بہاؤالدین پر معرفتِ حق حرام تھی۔

10۔ نقشبندیہ فضلی ہیں: (طریقہ نقشبندیہ فضل ہے)

اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی فضیلت دوسرے طریقوں پر ایسی ہے جیسے زمانہ اصحاب کی فضیلت اوروں کے زمانے میں۔ جن لوگوں کو کمال فضل سے ابتداء ہی میں اس پیالہ کا گھونٹ پلا دیں ان کے سوا دوسروں کو ان کے کمالات کی حقیقت پر اطلاع پانا مشکل ہے۔ ان کی نہایت

دوسروں کی نہایت سے بڑھ کر ہوگا۔ حضرت خواجہ نقشبند فرمایا کرتے تھے کہ ہم فضلی ہیں۔ ۳۱ ۔
اس سلسلہ میں محبت ذاتیہ کی کشش پائی جاتی ہے، محبت ذاتیہ اس کو نصیب ہوتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو اس طریقہ میں تکلف کے ساتھ محبت نہیں پائی جاتی، بلکہ تکلف کے ساتھ محبت اس میں زندیقیت ہے۔ شیخ کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنا فضل و احسان کر دے۔

11۔ سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت تمام سلاسل سے بڑھ کر ہے:

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت تمام سلاسل سے بڑھ کر ہے جس کی ابتداء افضل البشر بعد الانبیاء سے ہے اور جس کے وسط میں حضرت سید بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی ذات اس امت میں اولوالعزم رسول کے قائم مقام ہے اور اسی سلسلہ کے آخری رکن حضرت امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

> ''اولیاء اللہ کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کمالات ان پر ظاہر ہوں گے، ناچار ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبت سے بڑھ کر ہوگی دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ کی کیا خبر؟ میں نہیں کہتا کہ تمام مشائخ نقشبندیہ اس معاملہ میں برابر ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے، بلکہ اگر ہزاروں میں سے ایک بھی اس صفت کامل کا ہو جائے تو غنیمت ہے۔ حضرت مہدی موعود علیہ السلام جو ولایت کی اکملیت کے لیے مقرر ہیں۔ ان کو یہ نسبت حاصل ہوگی، اور اس سلسلہ کی تتمیم و تکمیل فرمائیں گے۔ کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت عالیہ سے نیچے ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی سب ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے

کمالات سے بہت کم حصہ ملا ہے اور یہ ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہونے کے باعث ان کے کمالات سے وافر حصہ رکھتی ہے۔'' ۳۲؎

نیز فرمایا:

''فقیر کے نزدیک اس طریق میں ایک قدم لگانا دوسرے طریقوں میں سات قدم لگانے سے بہتر ہے وہ راستہ جو تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے۔ وہ اسی طریقہ عالیہ کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے طریقوں کی انتہا صرف کمالات ولایت کی انتہا تک ہے، وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا۔'' ۳۳؎

12۔ سلسلہ نقشبندیہ کی اہمیت اور تصرّف شیخ:

سلسلہ نقشبندیہ تصرّف شیخ پر منحصر ہے، جیسا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتداء کی تقلید پر منحصر ہے اس کے تصرف کے بغیر کچھ کام نہیں ہوسکتا کیونکہ ابتداء میں نہایت کا درج ہونا اسی کی شریف توجہ کا اثر ہے اور بے چونی اور بیچگونی کا حاصل ہونا اسی کے کمالِ تصرف کا نتیجہ ہے۔ بیخودی کی وہ کیفیت جس کیلئے انہوں نے مختص راستہ اختیار کیا ہے اس کا حاصل ہونا بلندی کے اختیار میں نہیں ہے اور وہ توجہ جو شش جہات سے معرّا ہے اس کا وجود طالب کے حوصلے سے باہر ہے۔'' ۳۴؎

مزید فرمایا:

''یہ بزرگوار جس طرح نسبت کے عطاء کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالبِ صادق کو حضور و آگاہی بخش دیتے ہیں اسی

طرح نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی
بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے جو دیتے
ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور اولیائے کرام کے
غضب سے بچائے۔'' ۳۵ ؎

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م-۲۹۷ھ) کی سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق رائے یہ ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ کی تصدیق کرنا ولایت صغریٰ ہے۔ کیونکہ جب تو چاند کو نہ دیکھے تو دوسرے لوگوں کی بات کو تسلیم کر جنہوں نے چاند کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ ۳۶ ؎

علامہ شیخ شہاب ابن حجر ھیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ (م-۸۵۲ھ) کی نظر میں سلسلہ نقشبندیہ ہی ایک ایسا طریقہ ہے جو جاہل صوفیہ کے خرافات و کدورات سے محفوظ و سالم ہے۔ ۳۷ ؎

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۰۵۲ھ) کا ارشاد ہے کہ منصف (انصاف دار شخص) کے لیے فنا و بقا کی کیفیات و حالات حاصل کرنے میں طریقہ نقشبندیہ سے کوئی طریقہ بھی افضل و احسن نہیں۔ فنا و بقا کی نعمت حاصل کرنے میں طریقہ نقشبندیہ ہی بہترین طریقہ ہے۔ ۳۸ ؎

حواشی و حوالہ جات

۱۔ علمِ شریعت

۲۔ ایسا علم جو پوشیدہ باتوں کے متعلق ہو۔ (طریقت کا علم)

۳۔ الانفال : ۸:۳۴ ۴۔ الزمر : ۳۹:۲۳

۵۔ محمد بن سلیمان، شیخ: تحفہ نقشبندیہ، (دارالاخلاص، لاہور، ۲۰۱۰ئ)، ص ۳۶

۶۔ شاہ ولی اللہ: الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، (تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، س۔ن)، ص ۱۳

۷۔ داراشکوہ، شہزادہ: سفینۃ الاولیائ، (نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۶۱ئ)، ص ۲۱

۸۔ اقبال احمد، علامہ: رسائل نقشبندیہ، (مکتبہ نبویہ، لاہور، س۔ن)، ص ۱۳، ۱۲

۹۔ صابری، مقصود احمد، گلدستہ اولیائ، (ہاشمی پبلیکیشنز، راولپنڈی، س۔ن)، ص ۲۲۲

۱۰۔ مجددی، محمد یوسف: جواہر نقشبندیہ، (مکتبہ انوار مجددیہ، فیصل آباد، ۱۹۹۰ئ)، ص ۲۰۸

۱۱۔ محمد بن سلیمان، شیخ: تحفہ نقشبندیہ، ص ۳۷

۱۲۔ مجددی، محمد یوسف: جواہر نقشبندیہ، ص ۲۰۸

۱۳۔ اولیاء اللہ کے حضور آگاہی میں اپنے ہوش و حواس قائم رکھنے کو صحو کہتے ہیں اگر وہ مشاہدہ و حضور میں ایسے غرق ہوں کہ ہوش و حواس میں نہ رہیں تو اس کو ''سکر'' کہتے ہیں، اس حالت میں ان کی زبان سے انا الحق سبحانی ما اعظم شانی جیسے الفاظ نکلتے ہیں۔

۱۴۔ مسلم، ابوالحسین، امام: **الصحیح المسلم**، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابی بکر الصدیق، حدیث ۶۰۴۸

۱۵۔ ایضاً، حدیث ۶۰۵۷

۱۶۔ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۵۱

۱۷۔ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۲۱

۱۸۔ بدرالدین سرہندی، علامہ: حضرات القدس، (مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ، ۱۹۸۱ئ)، ص ۱۸۲

۱۹۔ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۹۰

۲۰۔ ایضاً، مکتوب ۲۲۸

۲۱۔ ایضاً، مکتوب ۲۴۳

۲۲۔ حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ نے بحالت کفر غزوہ اُحد میں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ بعد میں داخل اسلام ہوئے۔ خلافتِ صدیقی میں آپ نے مسیلمہ کذّاب مدعی نبوت کو واصل جہنم کیا۔

۲۳۔ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۵۸

۲۴۔ محمد معین: جلاء القلوب، (مصطفیٰ آباد، لاہور، س۔ن) ص ۱۲۲

۲۵۔ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۹

۲۶۔ مجددی، محمد یوسف: جواہر نقشبندیہ، ص ۲۰۵

۲۷۔ محمد بن سلیمان، شیخ: تحفہ نقشبندیہ، ص ۳۲

۲۸۔ النور : ۳۶:۲۴

۲۹۔ محمد بن سلیمان، شیخ: تحفہ نقشبندیہ، ص ۲۹

۳۰۔ یعنی جیسے مستدیر اپنے ضلعوں کے اعتبار سے مستطیل سے قریب تر ہے، اسی طرح طریقہ نقشبندیہ بھی قرب کے لحاظ سے دوسروں سے قریب تر ہے۔

۳۱۔ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۶

۳۲۔ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۵۱

۳۳۔ ایضاً، مکتوب ۲۸۱

۳۴۔ ایضاً، مکتوب ۲۲۱

۳۵۔ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۲۱

۳۶۔ محمد بن سلیمان، شیخ: تحفہ نقشبندیہ، ص ۲۹

۳۷۔ ایضاً، ص ۳۳ ۳۸۔ ایضاً، ص ۳۶

اِقبالؒ کی شاعری میں قرآنی تلمیحات☆

صفیہ بیگم☆☆

ABSTRACT:

Allama Muhammad Iqbal was a great muslim philosopher. His poetry is a reflection of islamic teachings. He has extracted the precious pearls of wisdom from the depths of imposing ocean of divine knowledge "The Holy Quran" into his poetry. Here have collected the couplets of Kalam-e-Iqbal in which the allusions and the words of Holy Quran are directly mentioned.

علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری اسلامی تعلیمات کی آئینہ دار ہے۔ مفکرِ پاکستان، شاعر مشرق، حکیم الامت کی شاعری قرآنی حکمت کے بے مثال جواہرات کا مرقع ہے۔ اُن کی شاعری میں قرآن میں مذکور واقعات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ براہِ راست آیات سے اِقتباسات اور الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں۔

اقبالؒ کی شاعری میں قرآنی تلمیحات کی مثالیں اس طرح سے ہیں:

1۔ نوح علیہ السلام کی اِلتجا:

وقال نوح رب لاتذر علی الارض من الکفرین دیارا۔ (۱)

☆ تلمیحات کا واحد تلمیح ہے۔ تلمیح کسی مشہور واقعہ کی طرف اِشارہ کو کہتے ہیں۔

☆☆ ایم۔فل سکالر (سیشن ۲۰۱۴۔۲۰۱۶ئ)

''اورنوح نے کہا کہ پروردگار اس زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے
والے کو نہ چھوڑنا۔''

علامہ محمد اقبالؒ نے نوح علیہ السلام کی پُراثر التجا کو اس طرح بیان کیا ہے:

دِل مردِ مومن میں پھر زِندہ کر دے وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر میں (۲)

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اپنی قوم کو ہوشیار کر دو۔ اگر وہ توبہ کرلیں گے اور خدا کی طرف جھکنے لگیں گے تو عذابِ خدا اُن سے اُٹھ جائے گا۔ (۳)

نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو سال تک قوم کو رُشد و ہدایت کی طرف بلاتے رہے۔ قوم سرکشی میں بڑھتی گئی تو یہ دُعا کی۔ ان کے دِل سے یہ دُعا نکلی تو سیدھی عرش پر گئی اور کافروں پر پانی کا طوفان آیا۔

2۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آتشِ نمرود:

قالو ابنو الہ بنیانا فالقوہ فی الجحیم۔ (۴)

نار ادو بہ کیدا فجعلنھم الاسفلین۔ (۵)

''وہ لوگ کہنے لگے اس (ابراہیمؑ) کے لئے ایک عمارت (آتش خانہ)
تعمیر کرو اور اس کو دہکتی آگ میں ڈال دو۔ غرض اُن لوگوں نے ابراہیم کے
ساتھ برائی کرنی چاہی۔ سو ہم نے اُن کو ہی نیچا دِکھا دیا۔''

علامہ محمد اِقبالؒ نے اپنی شاعری میں آیۂ مبارکہ کی طرف تلمیح یوں بیان کی ہے:

جو آج بھی ہو، براہیمؑ کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا
بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی
آتشِ نمرود ہے اَب تک جہاں میں شعلہ ریز ہو گیا آنکھوں سے پنہاں کیوں تیرا سوزِ کہن (۶)
شعلۂ نمرود ہے روشن زمانے میں، تو کیا شمع خود را می گدازد درمیان انجمن

اسی طرح آیت مبارکہ:

یبنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری ؕ قال یابت افعل ماتومر ستجدنی ان شاءاللہ من الصابرین۔(۷)

''(ابراہیمؑ نے کہا) اے میرے بیٹے میں نے سوتے میں خواب دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ سوتم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ (اسماعیل علیہ السلام) بولا کہ ابا جان آپ کو حکم ہوا ہے آپ (بلا تأمل) کیجئے۔ اِن شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔''

اِقبالؒ نے آیت مبارکہ سے تلمیح اس طرح بیان کی ہے:

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی (۸)

3۔ ارنی۔لن ترانی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کو دیکھنے کی خواہش کی تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولما جاءموسی لمیقاتنا و کلمہ ربہ ؕ قال رب ارنی انظر الیک ؕ قال لن ترانی (۹)

''اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر پہنچا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا۔ بولے اے میرے ربّ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنا آپ دِکھا۔ فرمایا (اللہ نے) تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ کی طرف دیکھنے کا کہا۔ تجلی ظاہر ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

علامہ محمد اقبالؒ نے اپنی شاعری پر بہت سے مقامات پر اس طرف تلمیح کی ہے:

ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ اتنا وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں (۱۰)

صدائے لن ترانی سن کے اے اقبال میں چپ ہوں تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فرقت کے مارے میں (۱۱)

تھا ارنی گو کلیم ، میں ارنی گو نہیں اس کو تقاضا روا ، مجھ پہ تقاضا حرام (۱۲)

خاموش ہے عالم معانی کہتا نہیں حرفِ لن ترانی (۱۳)

ارنی میں بھی کہہ رہا ہوں یہ حدیثِ کلیمؑ و طور نہیں (۱۴)

4۔ لاتخف (موسیٰؑ) تو نہ ڈر:

قلنا لا تخف انک انت الاعلیٰ (۱۵)

''ہم نے کہا ڈرومت، بے شک تو ہی غالب رہے گا۔''

اقبال کہتے ہیں:

مثل کلیم اگر ہو معرکہ آزما کوئی اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف (۱۶)

فارسی شاعری میں اقبالؒ نے آیۂ مبارکہ سے تلمیح اِس طرح بیان کی ہے:

بیا ساقی نقاب از رُخ بر افگن چکید از چشم من خون دل من

بہ آں لحنے کہ نے شرقی ، نہ غربی است نوائے از مقام لاتخف زن (۱۷)

ترجمہ: اے ساقی آ میرے چہرے سے حجاب اٹھا دے میری آنکھ سے میرے دل کا خون ٹپک رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے مقابلے کے لئے تیار کیا تو لاتخف کہا، اقبال بھی اسی پس منظر میں وقت کے فرعونوں سے مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔

چوں کلیمے سوئے فرعونے رود قلب اُو از لاتخف محکم شود (۱۸)

ترجمہ: جب اللہ کا کوئی پیغمبر حضرت موسیٰؑ کی طرح فرعون جیسے جابر کے پاس پیغام حق لے کر جاتا ہے تو اس کا دل لاتخف سے مضبوط ہوتا ہے۔

جب جادوگروں کی رسیاں (فرعون کے دربار میں) سانپ بن کر گڈ مڈ ہو کر اوپر نیچے چلنے لگیں تو اللہ نے اپنے پیغمبر کو لاتخف کہا۔ لاتخف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو متعدد بار کہا ہے۔ (۱۹)

5۔ یدِ بیضاء (چمکتا ہوا ہاتھ):

قرآن پاک میں ہے:

و اضمم ید ک الیٰ جناحک تخرج بیضآ ء من غیر سوء ءایة اخریٰ (۲۰)

''(اے موسیٰؑ) اپنا ہاتھ بغل میں ڈال لے تو وہ سفید چمکتا ہوا ہو کر نکلے گا۔لیکن بغیر کسی عیب کے (روگ کے) کہ یہ دوسرا معجزہ ہے۔''

واضح رہے کہ پہلا معجزہ ان کے عصا کا اژدھا بن کر فرعونیوں کی رسیوں کو نگل جانا ہے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو   ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں (۲۱)

قرآنِ پاک میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

و نز ع یدہ فاذا ھی بیضآء للنظرین۔

''(موسیٰؑ) نے اندر (بغل) سے اپنا ہاتھ نکالا سو اسی وقت وہ سفید (چمکتا ہوا) تھا دیکھنے والوں کے لئے۔''

6۔ حضور اکرم ﷺ گمراہ نہیں ہیں:

قرآن پاک میں ہے:

و النجم اذھویٰ ٥ ما ضل صاحبکم و ما غویٰ ٥ ۲۲ ( )

''تمھارے صاحب حضورِ اکرم ﷺ نہ گمراہ ہیں نہ کج رو ہیں۔''

علامہ محمد اقبالؒ نے اس مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے:

اے پاک از ھویٰ گفتار او   شرح رمز ماغویٰ گفتار او (۲۳)

یعنی وہ امی ﷺ جن کے ارشادات ماغویٰ کی شرح تھے یعنی ان میں بے راہی کی کوئی

بات نہ تھی محمد ﷺ نہ تو کبھی خواہش نفس سے کچھ کہتے یا کرتے مگر وہی کہتے ہیں جو ان پر وحی ہوتا ہے۔اسی لئے وہ کبھی بھی گمراہ نہیں ہوئے۔

7۔ واقعہ معراج النبی ﷺ اور رؤیت جبرائیلؑ:

قرآن پاک میں ہے:

مازاغ البصر و ماطغیٰ (۲۴)

''نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔''

علامہ اقبال کہتے ہیں:

تا ز ما زاغ البصر " گیر و نصیب بر مقام " عبدہٗ " گردد رقیب (۲۵)

یعنی یہاں تک کہ نگاہ ما زاغ البصر سے حصہ پا لیتی ہے اور عبدہ کے مقام کی نگران (ہمسر) بن جاتی ہے۔جناب رسول اکرم ﷺ کے معراج کی طرف اشارہ ہے۔

شعر کے دوسرے مصرعے میں مقام عبدہٗ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ا سے تلمیح ہے۔ آیت مبارکہ کا متن درج ذیل ہے:

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ (۲۱)

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں

سورۃ النجم کی ابتدائی آیات کا ترجمہ پڑھنے سے تلمیح نمبر ۵ اور ۶ کی وضاحت ہوتی ہے۔

''قسم ہے تارے کی جب گرے، بہکا نہیں تمھارا صاحب اور نہ بے راہ چلا، اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے مگر یہ تو حکم جو وحی ہوا، ان کو سکھلا یا سخت قوتوں والے زور آور نے، پھر سیدھا بیٹھا، اور وہ جبرائیلؑ تھا آسمان کے اونچے کنارے پر، پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا، پھر رہ گیا فرق دو کمان کے برابر، یا اس سے بھی نزدیک، پھر وحی بھیجی اللہ نے اپنے

بندے پر، جو بھیجی، رسول ﷺ نے دل سے دیکھا جو جھوٹ نہیں کہا۔
اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا۔ اس (جبرائیلؑ)
کو اس نے دیکھا ہے اترتے ہوئے اک بار اور بھی۔ سدرۃ المنتہٰی کے
پاس، اس کے پاس بہشت ہے آرام سے رہنے کی جگہ، جب چھا رہا تھا
سدرۃ المنتہٰی پر جو کچھ چھا رہا تھا۔ بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی۔
(ترجمہ سورۃ النجم آیات ا تا ۱۷۔ ترجمہ از تفسیر عثمانی)

8۔ لاتحزن ان اللّٰہ معنا:

ہجرت والے سال جب کافروں نے آپ ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ آپ ﷺ اپنے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے نکلے۔ چند میل دور غار ثور میں تین راتیں قیام کیا۔ کفار آپ ﷺ کو تلاش کرتے کرتے غار ثور کے منہ تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ لحہ بہ لحہ گھبرا رہے تھے کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے، کافر ہمیں دیکھ نہ لیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ رسول کریم ﷺ کو کوئی ایذاء پہنچائیں حضور ﷺ ان کی تسکین فرماتے۔

قرآن پاک اس واقعہ ہجرت اور مذکورہ مضمون کو اس طرح بیان کرتا ہے:

اذ اخرجه الذين كفروا ثانی اثنين اذهما فی الغار اذ يقول بصاحبه لاتحزن ان اللّٰه معنا (۲۸)

''جب کافروں نے اسے (نبی ﷺ کو) اس حال میں گھر سے نکالا تھا کہ صرف دو آدمی تھے اور دو میں دوسرا (اللہ کا رسول ﷺ) تھا اور دونوں غار میں چھپے بیٹھے تھے اس وقت اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ساتھی (ابو بکرؓ) سے کہا تھا غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

علامہ محمد اقبالؒ نے آیہ مبارکہ کی طرف تلمیح اس طرح بیان کی ہے:

اے کہ دو زندان غم باشی اسیر   از نبی ﷺ تعلیم لاتحزن بگیر

ایں سبق صدیق ؓ را صدیق کرد سرخوش از پیمانہ تحقیق کرد
از رضا مسلم مثال کوکب است در رہِ ہستی تبسم برلب است (۲۹)

معانی: زنداں: قید خانہ ؛ اسیر: گرفتار، قیدی ؛ لاتحزن: تو کوئی غم نہ کر ؛ بگیر: حاصل کر؛ صدیق: حضرت ابوبکر صدیق ؓ، نہایت سچا ؛ سرخوش: بہت خوش ؛ تحقیق: حقیقت؛ رضا: راضی بہ رضائے خدا ہونا ؛ کوکب: روشن ستارہ ؛ تبسم: مسکراہٹ

تشریح: اے مخاطب تو کیوں غم کے قید خانے میں جکڑا بیٹھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے لاتحزن کا سبق حاصل کر یعنی حالات کتنے ہی ناموافق ہو جائیں۔ لیکن غمگین کبھی نہ ہو۔ لاتحزن کا سبق صدیق ﷺ نے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پڑھایا تھا اور تحقیق کا جام پلا کر اسے مست کر دیا تھا۔

9۔ لاتدع مع اللہ (آپ ﷺ کا کوہ صفا پر خطاب):

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فلاتدع مع اللہ الٰھاً اٰخر فتکون من المعذبین (۳۰)

''سو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکارو، ورنہ تو بھی عذاب میں مبتلا ہو جائے گا۔''

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ کوہ صفا پر چڑھ گئے پہلے قریش سے اپنے سابقہ حالات و کردار پر شہادت لی پھر یہ آیات پڑھیں۔ آیت نمبر ۲۱۴ پڑھیں تو آپ ﷺ کو حکم ملا کہ سب سے پہلے اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈراؤ۔

علامہ اقبال نے آیت مبارکہ کی طرف تلمیح یوں کی ہے:

آہ! اے مردِ مسلمان تجھے کیا یاد نہیں حرفِ لاتدع مع اللہ الٰھاً اٰخر

10-11۔ سلسبیل، شراب طہور:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

عیناً فیھا تسمی سلسبیلاً (۳۱)

''ایک چشمہ ہے اس میں (جنت میں) اِس کا نام ہے سلسبیل۔''

وسقاھم ربھم شرابا طھورًا (۳۲)

''اور پلائے ان کو ان کا رب شراب جو پاک کرے دل کو۔''

جنت میں ابرار و مقربین کے انعامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنت کا موسم، مشروبات، غلمان، ملبوسات، زیورات کا ذکر کرنے کے بعد سلسبیل (صاف بہتا ہوا پانی) اور شراب طہور کا ذکر ہے۔ شراب طہور پینے کے بعد بدن سے پسینہ نکلے گا جس کی خوشبو مشک کی طرح مہکنے والی ہوگی۔ (۳۳) خاص مقربین سلسبیل سے پانی پیئیں گے۔ شراب طہور جنت کی نہر سلسبیل کے پانی میں مخلوط کر کے دی جائے گی۔ (۳۴)

علامہ اقبال نے آیات مندرجہ بالا کی طرف اپنی شاعری میں تلمیح یوں کی ہے:

اور وہ پانی کے چشمے پر مقام کارواں　　اہل ایمان جس طرح جنت میں گرد سلسبیل

مجھے فریفتہ ساقی جمیل نہ کر　　بیان حور نہ کر، ذکر سلسبیل نہ کر

نہ مجھ سے کہہ کہ اجل ہے پیام عیش و سرور　　نہ کھینچ نقشہء کیفیت شرابِ طہور (۳۵)

12۔ ان وعد اللّٰہ حق (۳۶):

''بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد بار مومنوں کو یہ یقین دلایا ہے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

ایک مقام پر انسان کی حیات کے مراحل، یوم البعث اور کافروں کی روش کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے ارشاد فرمایا:

واصبر ان وعد اللّٰہ حق ولا یستخفنک الذین لا یوقنون (۳۸)

''سو آپ ﷺ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بے یقین لوگ آپ ﷺ کو بے برداشت نہ کرنے پائیں۔''

علامہ اقبال نے اس آیت کی طرف اشارہ یوں کیا ہے:

یہ **لسان العصر** کا پیغام ہے **ان وعد اللّٰہ حق** یاد رکھ

13۔ ان اللّٰہ لا یخلف المیعاد(۳۹):

''بے شک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔''

علامہ اقبالؒ نے آیۂ مبارکہ کو شعر میں یوں بیان کیا ہے کہ اے مسلمان اپنے دل میں نیک خواہشات ضرور رکھو لیکن تمہاری آنکھوں کے سامنے یہ الفاظ رہیں۔

اے مسلمان! ہر گھڑی پیش نظر آیۂ **لا یخلف المیعاد** رکھ (۴۰)

14۔ قلبِ سلیم:

الّا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم (۴۱)

''ہاں! جو شخص خدا کے پاس پاک دل لے کر آئے گا (وہ بچ جائے گا)''

تشریح: دل صالح یعنی شرک وکفر کی میل کچیل سے صاف اللہ کو سچا مانتا ہو، قیامت کو یقینی مانتا ہو، حشر ونشر پر یقین رکھتا ہو، اللہ کی توحید کا قائل اور عامل ہو، نفاق وغیرہ سے دل مریض نہ ہو بلکہ ایمان اخلاص اور نیک عقیدے سے دل صحیح اور تندرست ہو، بدعتوں سے نفرت رکھتا ہو اور سنت سے اطمینان اور اُلفت رکھتا ہو۔(۴۲)

اقبالؒ نے آیت مذکورہ کی طرف اِشارہ اس طرح کیا ہے:

چاہتے سب ہیں کہ ہوں ، اوجِ ثریا پہ مقیم

پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم (۴۳)

حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنے والد کی مغفرت کی دُعا کی، اللہ نے جواب میں فرمایا!

اُس دِن نجات صرف اُس کی ہوگی جو اللہ کے پاس کفر وشرک سے پاک دل لے کر آئے گا۔(۴۴)

اقبالؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

فقر جس نگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
ضرب کاری ہے، اگر سینے میں ہے قلبِ سلیم (۴۵)

15۔ لاخوف علیھم و لاھم یحزنون:

الا ان اولیاءاللّٰہ لاخوف علیھم و لاھم یحزنون۔ (۴۶)

''آگاہ رہو کہ اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں۔''

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لایحزنھم الفزع الاکبر و تتلقھم الملئکۃ (۴۷)

''نہ غم ہوگا اُن کو اس بڑی گھبراہٹ میں اور لینے آئیں گے اُن کو فرشتے۔''

اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو رنج و غم سے محفوظ رکھے گا۔ قبروں میں اُٹھنے یا جنت میں داخل ہوتے وقت فرشتے اُن کا اِستقبال کریں گے۔ (۴۸)

ایک اور جگہ اِرشاد ہوتا ہے:

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا و لاتحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون (۴۹)

''جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اُسی پر قائم رہے۔ اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور غم نہ کرو اور خوشخبری سنو اُس بہشت کی، جس کا تم سے وعدہ کیا تھا۔''

علامہ محمد اقبالؒ نے آیاتِ مبارکہ کی تعلیمات پر اس طرح روشنی ڈالی ہے:

عطا اسلاف کا جذب دُروں کر شریک **زمرۂ لا یحزنون** کر (۵۰)

فارسی میں اِقبالؒ اِسی شعر کو اِس طرح بیان کرتے ہیں:

درسِ **"لا خوف علیھم"** می دہد تا دِلے سینہ آدم نہد (۵۱)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ لاخوف علیھم کا درس ہے کہ آدم (انسان) کا سینہ اندر سے مضبوط ہو یعنی مومن کے سینہ کے اندر دل مضبوط ہو۔

16۔ عملِ پیہم:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وان لیس للانسان الا ماسعیٰ (۵۲) وان سعیه سوف یرٰی (۵۳) ثم یجزاہ الجزاء الاوفٰی (۵۴)

''اور انسان کو صرف اُس کی اپنی کمائی (عمل کے مطابق) ہی ملے گی۔ اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھ لی جائے گی۔ پھر اُس کو اُس کی کوشش کا بھرپور بدلہ ملے گا۔''

نہ ہو قناعت شعار گل چیں، اسی سے قائم ہے شان تیری
وفورِ گل ہے اگر چمن میں، تو اور دامن دراز ہو جا

علامہ محمد اقبالؒ نے **لیس للانسان** کو یوں بیان کیا ہے:

عمل سے زِندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نوری ہے نہ ناری ہے

17۔ مومن کا کردار:

یایھا الذین امنو اتقو اللّٰہ و قولو اقولاً سدیدًا۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی (صاف) بات کہو۔''

اِقبال کہتے ہیں:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان

18۔ اللہ کا ہاتھ:

بیعتِ رضوان کے موقع پر جب ببول کے درخت کے نیچے حضور اکرم محمد ﷺ نے مومنوں سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کے ہاتھ کو اپنا (اللہ کا) ہاتھ قرار دیا۔

قرآنِ پاک میں ہے:

یداللّٰہ فوق ایدیھم۔

اِقبالؒ کہتے ہیں:

ہاتھ ہے اللہ کا ، بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں ، کارکشا ، کارساز

19۔ اَزْوَاجًالِتَسْکُنُوْا:

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا۔ (۵۵)

اِقبالؒ کہتے ہیں:

وجودِزن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ اسی کے ساز سے ہے زِندگی کا سوزِ دروں (۵۶)

20۔ اطاعتِ رسول ﷺ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ (۵۷)

''کہو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری (محمد ﷺ) کی پیروی کرو،

اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فانتھوا۔

''رسول ﷺ جو تمہیں دیں، وہ لے لو اور وہ جس سے منع کریں رُک جاؤ۔''

علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں (۵۸)

21۔ اصلِ زندگی:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ؕبل احیاء ولکن لا تشعرون۔(۶۱)

''اور مت کہو جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔''

علامہ محمد اقبالؒ کہتے ہیں:

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زِندگی ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زِندگی (۶۲)

23۔ یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا جانا:

اِس واقعہ کو سورۃ یوسف میں بیان کیا گیا ہے:

فلما ذھبوا بہ واجمعوا ان یجعلوہ فی غیبت الجب۔

''پھر جب اسے (یوسف علیہ السلام کو) لے گئے اور سب کی رائے ٹھہری کہ اُسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں۔''

بانگِ درا کی نظم "تصویر درد" میں ہے:

کنوئیں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا تو کیا دیکھا ارے غافل! جو مطلق تھا مقید کر دیا تو نے

اللہ کی رضا کے متلاشی اور دردِ دل رکھنے والی ہستیاں ہر دور میں قرآنی تعلیمات کو عام فہم بنا کر زبان زدِعام کرنے کی کوشش میں مصروف رہی ہیں۔ علامہ محمد اقبالؒ نے نہ صرف برصغیر بلکہ مسلمانانِ عالم کی توجہ کا رُخ مذہب اسلام کی طرف موڑنے کے لئے اپنی شاعری کا بھرپور اور مؤثر استعمال کیا۔ قرآنِ کریم کو اس زاویہ نگاہ سے پڑھنے کا مشورہ دیا کہ انسان سوچے کہ اللہ سے میرا کیا رِشتہ ہے؟ کائنات اور تخلیق انسان کا کیا مقصد ہے؟ انسان اپنے ربط قلبی اور رضائے الٰہی میں ہم آہنگی پیدا کرے۔

علامہ محمد اِقبالؒ خود بھی قرآن پاک کی تلاوت اسی ذوق سے کرتے تھے۔ اُن کی شاعری گواہ ہے کہ وہ قرآنِ پاک کی تعلیمات کا کس قدر گہرا مطالعہ کرتے تھے اور اقبالؒ خود بیان کرتے ہیں کہ وہ قرآن سے جو پڑھتے اُس کے نوٹ تیار کرتے تھے۔

اُن کی شاعری میں ابتدائے آفرینش، علمِ آدم الاسمائ، ریاض جنت سے رخصتی، حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے واقعات بیان ہوئے ہیں تو قرآن پاک میں بیان کردہ قوموں کے عروج و زوال، رحمانی اور طاغوتی طاقتوں کی کشمکش کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ سے محبت اُن کی شاعری اور شخصیت کا خاصہ ہے۔ اُمت مسلمہ کی غلامی اُن کے لیے برداشت سے بڑا صدمہ تھی۔ اسی لیے انہوں نے اسی مقصد کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی اور قرآنی تعلیمات کو شاعری میں بیان کر دیا۔ لوگوں کو خرافات سے روکا۔ اُن کی شاعری قرآن فہمی کے لیے مؤثر ذریعہ ہے۔

المختصر اقبالؒ کی شاعری میں قرآنی تعلیمات بہت وسیع موضوع ہے۔ مضمون ہٰذا میں اپنی محدود علمی اہلیت کے پیشِ نظر، زبان زدِ عام واقعات اور اشعار میں تلمیحات کو پیش کیا گیا ہے۔ جن کو پڑھ کر پتا چلتا ہے کہ اِقبالؒ اسلامی کلمہ کی تطہیر اور تعمیر خالص قرآنی تعلیمات کی روشنی میں کرنے کے خواہاں ہیں اور یہی درس دیتے ہیں کہ دُنیا کی عظمت اور آخرت میں ربّ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اِسلامی تعلیمات کے مطابق سعی مسلسل لازمی شرط ہے۔ ☆

☆ آیات قرآنی پر اعراب کا اہتمام نہیں کیا گیا، نیز بعض مقامات و اشعار تشنہء حوالہ ہیں۔
(مدیر اعلیٰ)

حوالہ جات☆

۱۔ نوح: ۲۶

۲۔ علامہ محمد اقبالؒ بالِ جبریل، طارق کی دعا

۳۔ ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابوالفدا ء، تفسیر ابن کثیر، مترجم: مولانا محمد جونا گڑھی، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور س ن، ج: ۵، ص: ۳۷۷

۴۔ الصّٰفّٰت: ۹۷

۵۔ الصّٰفّٰت: ۹۸

۶۔ بانگِ درا، کفر و اسلام

۷۔ الصّٰفّٰت: ۱۰۲

۸۔ بالِ جبریل، ص: ۳۶۳

۹۔ اعراف: ۱۴۳

۱۰۔ بانگِ درا، تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں

۱۱۔ بانگِ درا، زمانہ دیکھے گا جب میرے دل سے محشر اُٹھے گا گفتگو کا

۱۲۔ بالِ جبریل، ڈھونڈ رہا ہے فرنگ

۱۳۔ ضربِ کلیم، خاقانی

۱۴۔ بالِ جبریل، ص: ۳۹۰

۱۵۔ طٰہٰ: ۶۸

۱۶۔ بالِ جبریل

۱۷۔ ارمغانِ حجاز: ۲۷

۱۸۔ ارمغانِ حجاز: ۲۷

۱۹۔ طٰہٰ: ۲۰، النحل: ۱۰، طٰہٰ: ۶۸

☆حوالہ جات میں منظور شدہ اسلوب کی پوری پابندی کی جائے۔ (مدیر اعلیٰ)

۲۰۔ طٰہٰ:۲۲

۲۱۔ بانگِ درا، جنہیں میں ڈھونڈتا تھا

۲۲۔ النجم:۱، ۲

۲۳۔ رموزِ بےخودی، درمعانی اینکہ جمیعت حقیقی از محکم گرفتن

۲۴۔ النجم:۱۷

۲۵۔ جاوید نامہ، فلک زہرہ

۲۶۔ شبیر احمد عثمانی مولانا، تفسیر عثمانی، اقراء اشرفیہ کمپنی لاہور ۱۴۳۲ھ، ج:۳، ص:۴۸۲

۲۷۔ بنی اسرائیل:۱

۲۸۔ التوبہ:۶۰

۲۹۔ رموزِ بےخودی

۳۰۔ الشعراء:۲۱۳

۳۱۔ الدہر:۱۸

۳۲۔ الدہر:۲۱

۳۳۔ تفسیر عثمانی، ج:۳، ص:۲۸۲، ۲۸۳

۳۴۔ تفسیر ابن کثیر، الدھر

۳۵۔ بانگِ درا، عشرت امروز

۳۶۔ الروم:۶۰

۳۷۔ بانگِ درا، جوابِ خضر

۳۸۔ الروم:۵۸ تا ۶۰

۳۹۔ آل عمران:۹

۴۰۔ بانگِ درا، جوابِ خضر

۴۱۔ الشعراء:۸۹

۴۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۴، ص:۲۸

۴۳۔ بانگِ درا، جوابِ شکوہ

۴۴۔ تفسیر ابنِ کثیر، ج: ۴، ص: ۲۷

۴۵۔ ضربِ کلیم، فقر و ملوکیت

۴۶۔ یونس: ۶۲

۴۷۔ الانبیائ: ۱۰۳

۴۸۔ تفسیر عثمانی، ج: ۲، ص: ۵۳۵

۴۹۔ الانبیاء: ۳۰

۵۰۔ بالِ جبریل

۵۱۔ بالِ جبریل

۵۲۔ سورۃ النجم: ۳۹

۵۳۔ سورۃ النجم: ۴۰

۵۴۔ سورۃ النجم: ۴۱

۵۵۔ الروم: ۲۱

۵۶۔ بانگِ درا

۵۷۔ آل عمران: ۳

۵۸۔ بانگِ درا

۵۹۔ ڈاکٹر غلام مصطفی خان، اقبال اور قرآن (اقبال اکادمی پاکستان لاہور) ۱۹۸۸ئ، ص ۲۶۴

۶۰۔ سورۃ اللہب

۶۱۔ البقرۃ: ۱۵۴

۶۲۔ بانگِ درا، ص: ۲۵۸

مادہ پرستی: مغربی اور اسلامی تصور کا جائزہ

کوثر پروین ☆

***ABSTRACT*:**

Islamic world and Western world have different ideology about materialism.Western world has deep faith in matter. They established their material ideology through educational institutes. They are working at international level with the strategy of materialism. Their exclusive attention to material property effect the Islamic ideology of life. In fact Islam and Western world have opposite ways about the theory of physical things.

Although Islam never deny the share of matter in life but do not support the material prosperity to the execution of all interest in religion or even aesthetics. Islamic system of life is not based on just worldly life but it has a strong believe on the life after death also.As Muslims we should never adopt the Western concept of materialism which is on its peak in western world and have no believe in next life.

نظریہ کسی قوم کے لیے روح کا کردار ادا کرتا ہے اور کسی بھی نظریہ حیات کی یہ شان لازم ہے کہ وہ افراد و اقوام کو مقصد حیات دے ایسا مقصد حیات جس میں فکری صحت اور شعوری گہرائی کے ساتھ عملی مسائل کا پورا ادراک کیا جا سکے۔ لہٰذا درست نظریات کا قیام اولین ضرورت ہے۔

☆ پی ایچ۔ ڈی سکالر (سیشن ۲۰۱۳۔۲۰۱۶ء)

مغربی نقطۂ نظر:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک باپ کی پشت سے پیدا کیا تھا۔ بنی نوع انسان کا فرض تھا کہ اس اخوت کو ہمیشہ قائم رکھتے، لیکن انسانی قیادت یورپ کے ہاتھ آئی تو اس نے انسان کو برطانیہ، فرانس، جرمنی، ایران اور افغانستان میں بانٹ دیا اور اس تقسیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان انسان کا دشمن بن گیا۔ انسانوں کو متحد رکھنے کیلئے مذہب سب سے مضبوط رشتہ ہوتا ہے۔ اس رشتے کو اہل یورپ نے ترک کر دیا۔ جغرافیائی اور لسانی بنیادوں پر قومیت تعمیر کر دی۔ اس کے بعد ہر قوم دوسری قوم کی تباہی کے منصوبے سوچنے لگی۔ صرف بیس سال کے مختصر دور میں دو تباہ کن عالمی جنگیں ہوئیں۔ پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴۔۱۹۱۸ئ) میں چھ کروڑ انسان زخمی اور ہلاک ہوئے۔ دوسری عالمی جنگ (۱۹۳۹ء۔۱۹۴۵ئ) میں بارہ کروڑ انسان اسی کیفیت سے دوچار ہوئے۔

وطنیت انسان کو خودغرض، تنگ نظر اور متعصب بناتی ہے اور انسانیت کے مقام اعلیٰ سے اٹھا کر اسے گروہ بندی کے جال میں الجھا دیتی ہے۔ یہ تصور ہی خوفناک ہے کہ ایک مغربی علاقے میں رہنے والا انسان مسلمان سے صرف اس کے دین کی وجہ سے تعصب رکھتا ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آج اہل مغرب کے پاس دولت اور علم کے لامحدود خزانے موجود ہیں لیکن یہ سرمایہ اور علم تن پروری، عیاشی اور دوسروں کی تباہی پر صرف ہو رہا ہے۔ مادی وسائل کو بروئے کار لا کر اہل مغرب اپنے استعماری عزائم کو پورا کر رہے ہیں۔ اس کی مثال امریکہ کا موجودہ رویہ بھی ہے کہ امریکہ نے اپنے یورپی حلیفوں کو ساتھ ملا کر جب افغانستان پر حملہ کیا تو اسلام سے نفرت و تعصب کی مشترکہ اساس کی وجہ سے اہم یورپی ممالک برطانیہ، فرانس اور جرمنی نے کھل کر امریکہ کی حمایت کی۔

امریکہ نے پاکستان میں بھی کثیر الجہت گیم شروع کر رکھی ہے وہ خود بھی ڈرون حملے کرتا ہے اور خودکش حملے بھی اسی کڑی کا حصہ ہیں۔ بلیک واٹر اور دیگر امریکی ایجنسیوں کے کرایے کے فوجیوں کو سی آئی اے کے ذریعے سفارت کاروں کے بھیس میں پاکستان میں داخل کرتا ہے۔ اس

طرح وہ اپنے مقاصد کو پورا کرنے میں کامیاب ہورہا ہے۔ اصل میں مغربی ممالک اپنے مادی مقاصد کی تکمیل باقاعدہ پلاننگ کے تحت کرتے ہیں۔ ان کے نظام تعلیم میں بھی مادی مقاصد کی تکمیل کے لیے تعصب کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔

رچرڈ سٹینلے پیٹرز (Richard Stanley Peters) امریکہ کے تعلیمی نظام میں موجود تعصب کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

> "In some states of USA, education being universally administered on a state basis, seprate schools have been established for negroes, who are banned from the schools reserved for whites. It is clamed that these schools are inferior in staff, equipment, and in presige to the white schools. So the negroes are denied access on irrelevant grounds to a quality of provision which should be available to all.)۱(
>
> (USA کی کچھ ریاستوں میں تعلیم کی ریاستی سطح پر عالمی سرپرستی کی جاتی ہے۔ نیگروز کے لیے الگ سکول بنائے گئے جو کہ گوروں کے بنائے گئے سکولوں میں جانے سے روک دیے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سکول سٹاف، سامان اور صدارت کے لحاظ سے گوروں کے سکول کی نسبت کمتر سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ نیگروز کو غیر متعلقہ وجوہات کی بناء پر اس معیاری تعلیم کی بہم رسانی کی پہنچ سے دور رکھا جاتا تھا جو سب کو دستیاب تھی)

اسلام تو ہر کسی کے لیے برابری کی بنیاد پر حصولِ علم زور دیتا ہے اور اسلام اگر فرق کرتا ہے تو صرف اتنا کہ علم والے اور بے علم برابر نہیں ہیں۔

عبدالحمید صدیقی موجودہ دور میں مادہ پرستی کے پھیلاؤ کو جدید دور کا سب سے بڑا خطرہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''زر پرستی کے اس جنون نے سب سے زیادہ نقصان اخلاقی قدروں کو پہنچایا ہے۔ چونکہ اب سب سے بڑا مقصد صرف دولت ہی حاصل کرنا ہے اس لیے اس کا حصول سب سے بڑی نیکی ہے۔ دور جدید کی کتاب اخلاق میں بھلائی وہ ہے جس سے مادی فوائد ولذائذ حاصل ہوں اور برائی نام ہے ان طریقوں کا جن سے ان میں کمی آتی ہو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اخلاق کی وہ معروضی قدریں جو انسانیت کے مختلف گروہوں اور طبقوں میں کسی نہ کسی حد تک توازن قائم رکھتی تھیں، مٹ چکی ہیں اور ان کی جگہ مصلحت پرستی نے لے لی ہے اور یہی مصلحت پرستی اس عہد کا سب سے خطرناک فتنہ ہے''۔ (۲)

یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے بعد کچھ مدت تک مادی زندگی اور مسیحی اعمال و رسوم کو جمع کرنے کی کوشش بھی کی جاتی رہی۔ مذہب کی پیروی سے اگرچہ وہ پوری طرح آزاد ہونا نہیں چاہتے تھے کیونکہ قوم کے افراد میں باہمی ربط کے لیے مذہب ضروری تھا لیکن مادی تہذیب کا ریلا بہت تیز تھا اور مذہب اس کے سامنے کچھ حیثیت نہ رکھتا تھا لہٰذا مذہب مادی تہذیب کی نذر ہو گیا۔

مادیت پرستی کا لازمی نتیجہ حقیقت فراموشی ہوتا ہے۔ اہل مغرب نے اپنی فکری قوتوں کو مادی ترقی میں صرف کیا۔ انہوں نے تن آسانی کے لیے، برق، گیس، تار، ٹیلی فون، ریڈیو، ریل، موٹر، طیارے بنائے، لکڑی کو فرنیچر میں تبدیل کیا، کپڑوں کو نقش کیا، حیوانات کی ہڈیوں، کھالوں اور آنتوں کو جمع کیا کہ مادی آرائش میں اضافہ ہو سکے۔

اس ترکیب و تحلیل کے اصول سے اس مادی قوم نے بلاشبہ ایجادی ترقی کی ہے اس وجہ سے روح کی بجائے اس کا میدان مادہ ہے۔ مادہ کے مقامات کھولے، لوہے کو بلوا دیا۔ وزنی

دھاتوں کو فضا میں اڑا دیا شہروں کو جگمگا دیا۔ گو مادہ کو ہم رنگ روح بنا دیا اور اسے زندگی دے دی لیکن اس ظاہری اور نمائشی حیات کے ذریعہ روحوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ دلوں کو مردہ کر دیا۔ نفوس کو تاریک کر دیا۔ دنیا کو سنوار لیا اور انجام کو بگاڑ لیا۔ دنیا تو چند روز میں ختم ہونے والی ہے یہ تو انسان کے ہاتھ آنے والی نہیں ہے اہل مغرب نے تو آخرت بھی خراب کر لی ہے۔

مادی ترقی کے اس دور عروج میں اہل مغرب اخلاقی تنزلی میں گرے ہوئے ہیں۔ ڈاکہ زنی، خودکشی، شراب نوشی، زنا، فحش کاری جیسی بیماریاں مغربی معاشرے میں عام ہو رہی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی ملک کے نظام تعلیم کے ذریعے اعلیٰ اخلاقی اقدار کو اپنایا جا سکتا ہے لیکن اہل مغرب کے نزدیک تعلیم کا مقصد بھی خالصتاً مادی ہے۔

برٹرینڈ رسل (Bertrand Russell) کے مطابق تعلیم کا مقصد:

"One of the purpose of education is to increase total production")۳ (

''تعلیم کا ایک مقصد مجموعی پیداوار میں اضافہ کرنا ہے۔''

مادہ پرستی میں کائنات کے حقائق کو چھپانے کی شعوری کوشش بھی کی گئی۔ قدرت کی مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد کبھی یہ کہا گیا کہ اس کائنات کو کسی ریاضی دان ہستی نے ریاضی کے اصولوں کے مطابق بنایا ہے اور کبھی یہ غلط فہمی پھیلائی گئی کہ اس مادی کائنات میں موجود قوت ایک روح ہے۔

لادینی نظریہ حیات اور تصور کائنات کے خلاف بیسویں صدی کے آغاز سے ہی مخالفانہ صدائیں بلند ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔ گزشتہ تین صدیوں سے مادہ پرستی اور لادینیت کی علم برداری نے جو ذہنی اور فکری فضا مغرب میں قائم کر دی ہے وہ حقائق کی غیر مادی وضاحت کرنے کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے یہ لوگ اس باعث اپنی تحقیقات کے نتائج کا کھلے دل سے اعتراف اور اعلان کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ اس میں تعجب کی بات نہیں کیونکہ حقائق گرد کی تہہ میں دب جاتے ہیں اور کھل کر سامنے نہیں آتے۔

قرآن صاف الفاظ میں واضح کرتا ہے کہ اس کائنات کو بنانے والی ذات کوئی چھپی ہوئی نہیں بلکہ اللہ کی ذات ہے۔

مادی آسائشوں کے حصول نے اہل مغرب کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو کم کر دیا ہے۔ وہ کائنات کا مشاہدہ صرف ظاہری آنکھ سے کرتے ہیں۔ تعمیرِ سیرت ان کے نزدیک اہمیت نہیں رکھتی۔ صرف پیداوار بڑھنا ان کا مقصد ہے۔

اب اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی انسان کے لیے کیا ہے۔ اسے غور و فکر کی دعوت دی۔ انسان کو حکم دیا کہ وہ کائنات میں موجود اشیاء کو اپنے تصرف میں لائے۔ مادی ترقی کے لیے جدوجہد کرنا تو اللہ نے افراد کی فطرت میں رکھا ہے تاہم مادی ترقی کے انداز و اطوار اور اس کے حصول کے طریق، ہر تہذیب اپنے انداز میں مقرر کرتی ہے۔ کچھ انداز اور اطوار ناقص قرار دے کر مسترد کیے جاتے ہیں اور کچھ موزوں قرار دے کر اختیار کیے جاتے ہیں مادی ترقی کے متعلق اسلام کا خاص نقطۂ نظر ہے اور اسلام مجرد مادی ترقی کو پسند نہیں کرتا جبکہ اہل مغرب کے ہاں جو مادیت کارفرماں ہے وہ مجرد ہے۔ اور مجرد مادی ترقی بے عقیدہ معاشرے کا مقصد حیات ہوتی ہے ایسے معاشرے میں اخلاقیات موجود نہیں ہوتیں۔

پروفیسر خورشید احمد اس بات کی تائید یوں کرتے ہیں:

> ''بے عقیدہ تعلیم نئی نسل کے قلب و روح میں اخلاقی اقدار کو اجاگر کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ اس کا تعلّق صرف دماغ کے مطالبات سے ہوتا ہے۔ روح کے مطالبات سے یہ بیگانہ وار ہی گزر جاتی ہے۔ دونوں کی نشوونما دو متضاد سمتوں میں ہوتی ہے جس کا نتیجہ ایک زبردست قومی نقصان کی صورت میں نکلتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علم اس وقت حقیقی دوست اور رہنما کا کام کرسکتا ہے جب اس کا محور دل ہو ورنہ صرف تن پرستی کے چکر میں یہ انسان کے لیے سانپ جیسا خطرناک بھی ہوسکتا ہے'' (۴)

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اہل مغرب نے مادہ اور مادیت پرستی کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے اور اس نصب العین کی تکمیل کے لیے وہ دیگر اقوام بالخصوص مسلمانوں کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ جبکہ اسلام نے جو نظریہ حیات قرآن کی صورت میں دیا رسول اللہ ﷺ نے اس کو عملی صورت میں احسن انداز میں پیش کیا ہے اور تعلیم کے ساتھ تربیت پر بے حد زور دیا ہے تا کہ عملی طور پر معاشرہ مستحکم ہو وہ نظریہ اہل مغرب کے مادہ پرستی کے نظریے سے بالکل مختلف ہے۔

عہد رسول ﷺ سے لے کر موجودہ دور تک مسلمانوں نے جس نظریہ حیات کے ارتقاء کے لیے بہت کوششیں کی ہیں اس میں مادہ پرستی کا کوئی عمل دخل نہیں۔ اسلام میں مادی قوتوں کی بجائے اخلاقی اقدار کا کردار نمایاں رہا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر:

فرمان الٰہی ہے:

”هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم“ (۵)

(وہی ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا پھر درست کیے سات آسمان اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے)

قرآن پاک میں اللہ فرماتا ہے:

”وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْن“ (۶)

(اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو)

اگر ہم قرآن اور تاریخ دونوں کا بغور جائزہ لیں تو ہمیں مادی طاقت اور اخلاقی و روحانی طاقت کا تناسب سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ عام مشاہدے کے مطابق جہاں اخلاقی طاقت کا سارا انحصار صرف بنیادی انسانی اخلاقیات پر ہو وہاں مادی وسائل اہمیت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس امر کا

بھی امکان ہے کہ اگر ایک قوم کے پاس مادی وسائل کی طاقت بہت زیادہ ہو تو وہ تھوڑی اخلاقی طاقت سے بھی دنیا پر غالب ہو جاتی ہے۔ اور باقی اقوام اخلاقی طاقت میں اعلیٰ اقدار کے باوجود محض وسائل کی کمی کی وجہ سے دبی رہتی ہیں۔

اگر اخلاقی طاقت اسلامی اور بنیادی دونوں قسم کے اخلاقیات کا نچوڑ لیے ہوئے ہو تو وہاں مادی وسائل کی انتہائی کمی کے باوجود اخلاق کو آخر کار ان تمام طاقتوں پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے، جو مجرد بنیادی اخلاقیات کے ساتھ اگر سو درجے مادی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے تو اسلامی اور بنیادی اخلاقیات کی مجموعی قوت کے ساتھ صرف ۲۵ درجے مادی طاقت کافی ہو جاتی ہے۔ باقی ۷۵ فی صد قوت کی کمی کو محض اسلامی اخلاق کا زور پورا کر دیتا ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارکہ کا تجربہ تو یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلامی اخلاق اگر اس پیمانے کا ہو جو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا تو صرف ۵ فی صدی مادی طاقت بھی کام بنا دیتی تھی۔ اس بات کی طرف قرآن کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے:

"وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ" یَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ" لَّا یَفْقَھُوْنَ"(۷)

(اگر تم میں سے بیس آدمی صابر ہوں تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے۔ اور اگر تم سے سو آدمی ہوں تو ہزار کافروں پر غالب ہوں۔ اس واسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے)

جس طرح خدا کا علم کائنات کے ذرہ ذرہ پر اس طرح محیط ہے کہ روحانیت و مادیت کا کوئی گوشہ اس سے باہر نہیں اسی طرح قرآن کریم جو اس محیط علم کا سرچشمہ ہے اس قدر ہمہ گیر تعلیمات لے کر آیا ہے جس سے روحانیت، تمدن اور دنیا و عقبیٰ دونوں کے فائدے یکساں طور پر نکل رہے ہیں۔ قرآن کے ان اصولی علوم میں سے ایک راستہ روحانیات اور عقبیٰ کی طرف نکلتا ہے اور دوسرا مادیت اور دنیا کی طرف فرق یہ ہے کہ تہذیبِ روحانی اس اصول کی غائب تھی جو مقصود

اصلی تھی اور تہذیب مادی اس کی خاصیت تھی جس کی طرف مقصد و ارادہ سے متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ وہ بذات خود مقصود نہ ہے۔

نعیم صدیقی اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''ترقی صرف ان قوموں کو نصیب ہوئی ہے جو ذہن، ضمیر اور خودی کی پوری آزادی کے ساتھ اپنے امتیازی وجود کا شعور لے کر چلتی ہیں اور اپنے فلسفۂ حیات پر زندگی کا قصر اپنے ہی نقشے کے مطابق استوار کرتی ہیں'' (۸)

اسلام نے دنیا والوں کو ایک ہمہ گیر اور مکمل ضابطہ حیات دیا ہے جو انسان کے تمام تر روحانی و مادی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں دین اور دنیا دونوں کی خوبیاں موجود ہیں تاکہ زندگی کامیابی سے بسر ہو۔ قرآن میں اللہ پاک نے اسی بات کو یوں فرمایا:

''وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ'' (۹)

(اور اے قوم گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ اس کی طرف چھوڑ دے تم پر آسمان کی دھاریں اور تم کو قوت پر زیادہ قوت دے اور گناہ گار ہو کر نہ پھرے جاؤ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بے شمار اشیاء کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ سب انسان کے فائدے کے لیے مسخر کی گئی ہیں۔

اسلام مذہب سے بڑھ کر ایک دین حق اور مکمل ضابطہ حیات ہے زندگی کے ہر شعبے کی رہنمائی اس میں موجود ہے۔ اس کا اپنا ایک نظام حیات ہے جس کا منبع و مرکز قرآن ہے۔ اسلام میں انسان کو ظاہر و باطن اور دنیا و عقبیٰ کے لیے یکساں سودمند ٹھہرایا ہے۔ اسلام میں علم معرفت الٰہی

کا ذریعہ ہے اور علم حاصل کرنا عین دین ہے۔ دین کا مفہوم چونکہ انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہے لہٰذا حواس و روح اور دنیا و آخرت سب اس میں شامل ہیں۔

اسلام ایسا مذہب نہیں ہے کہ جو ایسی تعلیم دے کہ آپ دنیا کے کام جس طرح چاہیں چلاتے رہیں بس ساتھ میں چند عقائد اور عبادات کی ادائیگی ضرور کریں۔ بلکہ یہ بتاتا ہے کہ آپ دنیا میں کرنے کیا آئے ہیں؟ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ کائنات میں انسان کا مقام کیا ہے؟ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ:

"قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْل" وَالْاٰخِرَۃُ خَیر" لِّمَنِ اتَّقٰی وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلاً"(۱۰)

(کہو کہ متاع دنیا تھوڑی سی ہے آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو پرہیز گاری کی زندگی بسر کرے اور تم پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا)

تو آخر میں اس کھیتی کا کچھ پھل بھی انسان کو ملتا ہے اگر صرف مادہ اور مادیت ہی اہم ہوتے تو اللہ تعالیٰ کو پیغمبر مبعوث فرمانے کی ضرورت نہ ہوتی پیغمبر بھیج کر اللہ نے عوام الناس کو سیدھی راہ بھی دکھائی ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

"لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْس شَدِیْد" وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ وَرُسُلَہٗ بِالْغَیْبِ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ" عَزِیْز""(۱۱)

(ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی ہوئی نشانیاں دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں اور ہم نے اتارا لوہا اس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے کام چلتے ہیں اور تا کہ

معلوم کرے اللہ کہ کون مدد کرتا ہے اس کی اور اس کی رسولوں کی بے شک
اللہ زبردست قوت والا ہے)

اگر ہم مادیت کو قرآن کی تعلیمات کے حوالے سے دیکھیں تو صاف ظاہر ہے کہ اس دنیا میں انسان صرف عیش و عشرت کے لیے نہیں آیا کہ دولت کما تا جائے گن گن کر رکھے اور مادی وسائل کی فراوانی سے دل کو تسکین دیتا رہے۔ بلکہ ارشاد ربانی ہے۔

"ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ" (۱۲)

(آپ ﷺ) ان کو چھوڑ دیں کہ وہ کھائیں پئیں، عیش کریں اور خیالی
امیدوں میں مگن رہیں۔ آئندہ انہیں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا)

ارشاد الٰہی ہے:

"اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ" (۱۳)

(لوگو! تمہیں بہت زیادہ حرص نے غافل کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچتے ہو)

مادیت پر ایمان رکھنے سے ایک نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان میں توکل، دعا اور توفیق کا دینی تصور باقی نہیں رہتا۔ اور یہ اسی وقت ہوتا ہے کہ جب انسان خالق کا بندہ بننے کی بجائے نفس کا بندہ بن جاتا ہے تو شیطان اسے ورغلاتا ہے۔ اس لیے قرآن میں شیطان کو انسان کا کھلا دشمن کہا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُّبِيْن" (۱۴)

(اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ شیطان کو نہ پوجو وہ تمہارا کھلا
دشمن ہے)

اصل میں انسان کا مادہ ترکیب دو چیزوں یعنی خاک اور روح پر مشتمل ہے۔ انسانی جسم کے اجزائے ترکیبی اسی دنیا سے مہیا ہوئے ہیں جبکہ اس کے جسم میں روح ایک فرشتہ اللہ کے اذن

سے پھونکتا ہے اسی لیے انسانوں کے اندر بیک وقت دوطرح کی فطرتیں پائی جاتی ہیں۔انسان کی جسمانی طور پر وہی خواہشات ہوتی ہیں جو دیگر حیوانوں کی ہوتی ہیں جبکہ انسانی روح کی خواہش آسمانی ہوتی ہے۔اس لحاظ سے عبادت کی خواہش یا کسی ہستی کو اپنا پروردگار بنانے کی خواہش اصل میں روح کی خواہش ہوتی ہے جبکہ کھانا پینا، دیگر اسی طرح کی خواہشات مادی ہیں۔ مادی اشیاء کی محبت کا جذبہ انسان میں ایک نہایت قوی محرک ہے خاص طور پر جب کہ مادی اشیاء محسوس کی جاسکتی ہوں اس لیے ابلیس انسان پر حملہ آور ہونے کے لیے مادی خواہشات کا دروازہ استعمال کرتا ہے۔لیکن انسان کو چاہیے کہ خود کو محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے کیونکہ دنیا کی زندگی ہمیشہ کی نہیں بلکہ آخرت کی زندگی بھی ہے کہ جب اسے اپنے کیے کا حساب دینا ہے۔قرآن میں ارشاد ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (۱۵)

(قریب آ گیا ہے لوگوں کے حساب کا وقت اور وہ ہیں کہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں)

انسان اللہ کی قدرت کا حسین شاہکار ہے اسے کام بھی ایسے سرانجام دینے ہوں گے کہ اس کا رب اس سے خوش ہو جائے۔اللہ فرماتا ہے:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ" (۱۶)

(ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا)

مزید ارشاد ہے:

"فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ" (۱۷)

(پھر جب اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو گر پڑو اس کے آگے سجدے میں)

جس انسان کے اندر خدا کی روح ہو اور وہ مادیت کے پیچھے ہی بھاگتا رہے تو وہ اپنے اصل مقام سے ہٹ جائے گا۔آج مسلم معاشروں کے اندر تنزلی کی جو صورت حال نظر آرہی ہے

اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم مغربی معاشرہ کی مادیت پرستی کی نقالی میں مصروف ہیں اور اہل مغرب نے با قاعدہ سازش کے تحت مسلم بنیادوں کو ختم کر کے ملحدانہ اعمال کو تقویت دی ہے اور مسلمانوں نے اپنی اخلاقی تہذیب کو مادیت کی تہذیب سے مغلوب کیا ہے۔ مودودی رحمتہ اللہ علیہ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

''دین اور دنیا کی تفریق کا تخیل ایک عیسائی تخیل ہے یا بدھ مذہب یا ہندوؤں اور جوگیوں کا ہے''(۱۸)

مسلمانوں کے تمام نظریات کی فکری بنیاد اسلام اور دینی و دنیاوی ترقی ہیں جبکہ اہل مغرب کے نظریات کی فکری بنیادیں لادینیت اور مادیت ہیں۔ رسول ﷺ کے عہد مبارکہ سے آج تک اسلامی نظریہ حیات میں دین کو مرکزی حیثیت حاصل ہے جبکہ اہل مغرب نے مادیت پرستی کے مختلف بتوں کو نظریہ حیات کی حیثیت سے پروان چڑھایا ہے اور وہ خود بھی کبھی ان سے مکمل طور پر مطمئن نہ ہوئے اور ایک بت کے بعد دوسرے کی پیروی کرتے رہے۔

بے عقیدہ نظریات کی کوئی منزل نہیں ہوتی کیونکہ صرف مادی ترقی انسانیت کی منزل نہیں ہے۔ درست اور قابل تقلید راستہ صرف اسلامی نظریہ حیات ہی فراہم کرتا ہے۔ اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ اسلامی نظریات پر عمل پیرا ہوں کیوں کہ اسی میں اخروی نجات ہے۔

حوالہ جات

(۱) Peters, Richard Stanley, Ethics and Education, London: George Allen and Unwin LTD, 1966, P-132

(۲) صدیقی، عبدالحمید، انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام، لاہور: اسلامک پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۶ئ، ص ۲۶

(۳) Bertrand Russel, Education and the soical order, New York: Bertrand Russel Peace Foundation Ltd, 1996, P-125.

(۴) خورشید احمد، پروفیسر، اسلام کا نظریہ تعلیم، لاہور: ادارہ تعلیمی تحقیق، بار سوم، ۱۹۸۷ئ، ص ۱۱

(۵) البقرہ: ۲۹

(۶) ال عمران: ۱۳۹

(۷) الانفال: ۶۵

(۸) نعیم صدیقی، تعلیم کا تہذیبی نظریہ، لاہور: ادارہ مطالعہ وتحقیق، ۲۰۰۹، ص ۲۰۹

(۹) ہود: ۵۲

(۱۰) النسائ: ۷۷

(۱۱) الحدید: ۲۵

(۱۲) الحجر: ۳

(۱۳) التکاثر: ۱۔۲

(۱۴) یسین: ۶۰

(۱۵) الانبیاء: ۱

(۱۶) التین: ۴

(۱۷) صٓ: ۷۲

(۱۸) مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تعلیمات، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۹۴ئ، ص ۱۴۳

المباحث اللغوية فی تفسير البيضاوی

غلام عباس نديم★

ABSTRACT:

Allama Nasir-ul-Din Albaydhavi is one of the prominent interpreters of the Holy Quran. Tafseer of the Holy Quran by Baydhavi is comprised an average volume in which he collected the relevant material keeping the required benefits of Arabic language in view. He presented his argumentation according to the principles of Ahl-u-Sunnah. In fact Tafseer by Baydhavi is a brief account of Kasshaf by Zimakhshri except Motazilah tradition. In the same way, he also utilized Tafseer-e-Kabeer and Tafseer Raaghib. Moreover he also included the sayings of Suhaba and Taab'een in his work. The following article is an effort throwing light in the contribution in lingual discussion toward Tafseer of the Holy Quran.

إن كتاب اللّٰه تعالیٰ هو دستور هذه الأمّة ، وسبيل الهداية ومصدر التشريع الأوّل لهذه الأمة المسلمة۔ قد دل كلام ربنا عز وجل فی مواضع من كتابه علی وجوب اتباع كتابه العزيز والتمسک به. قال اللّٰه تعالیٰ:

{قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَه سُبُلَ السَّلاَمِ وَ يُخْرِ جُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ}(۱)

★ باحث الدكتوراة (فترة: ۲۰۱۴ـ۲۰۱۷م)

وعلم التفسير هو أجل علوم الشريعة وأرفعها قدرا ، وأشرف العلوم قاطبة موضوعا وغرضا ، وله أهمية كبرىٰ لأن هو رئيس العلوم الدينية ورأسها ، ومبنى قواعد الشرع وأساسها۔ "وعلم التفسير هو علم يفهم به كتاب الله المنزل على نبيه محمد ﷺ ، وبيان معانيه ، واستخراج أحكامه وحكمه۔"(۲) وهو مفتاح الكنوز والذخائر التى احتواها القرآن الكريم لإصلاح البشر وإعلاء كلمة الله فى الأرض۔

عاش القاضى أبو الخير(۳) ناصر الدين عبدالله بن عمر البيضاوى(۴) فى العصر العباسى الرابع أى قبل انتهاء العصر العباسى وفى بداية العصر المغولى ۔ولد القاضى ناصر الدين البيضاوى فى بلدة "البيضاء" بمنطقة " شيراز "(۵) ونشأ مع والده وأسرته التى كانت فى بيت علم ودين وفضل ومجد۔(۶) ثم رحل مع والده إلى " شيراز " عاصمة بلاد فارس التى كانت مجمعا للعلماء والفقهاء والأدباء والشعراء۔(۷)

نشأ البيضاوى فى هذا الوسط العلمى وترعرع بين علماء كبار ، فاشتغل منذ الصغر بطلب العلوم من الأدب والعلوم العربية والفقه والتفسير والعلوم العقلية من الكلام والمنطق وغيرهما حتى فاق أقرانه فى أكثر العلوم ، ونشأ على مذهب أهل السنة والجماعة۔(۸)

تعلم العلامة البيضاوى على يد كبار العلماء والفقهاء فى عصره وغرف من فيضهم ضرورة أنه وصل إلى هذه المنزلة العلمية الرفيعة كما تتلمذ عليه كثير من طلاب العلم ، ومن أهم شيوخه: والده والشيخ الكحتائى رحمهما الله تعالى۔(۹) أما مذهب البيضاوى الفقهى فهو شافعى المذهب۔(۱۰) بل هو من كبار الشافعية ومؤلفيهم البارزين وكما هو متعصب لمذهبه فكثيرا ما ينتصر للشافعية فى تفسيره ويذب عنهم أمام خصومهم۔ وأما مذهبه الاعتقادى فهو من أهل السنة والجماعة كما أنه من الأشاعرة بصفة خاصة۔(۱۱)

کان الإمام البیضاوی من العلماء الراسخین فی العلم والمفسرین البارزین الذین لعبوا دوراهامافی مجال التفسیر والفقه والعربیة والمنطق۔ کما قال العلامة السیوطی رحمه اللّٰه تعالیٰ:

"کان إماما علاّمة عارفا بالفقه والتفسیر والأصلین والعربیة والمنطق نظارا صالحا متعبدا شافعیا۔۔۔"(۱۲)

للإمام الجلیل ناصر الدین البیضاوی أعمال جلیلة فی علوم القرآن الکریم وعلوم العربیة وبرز الإمام البیضاوی فی فنون کثیرة وألف فیها مؤلّفات ذات أهمیة بالغة فریدة فی مجالها، عکف العلماء علیها بالشرح والتعلیق، ومن أشهر مؤلفاته: أنوار التنزیل وأسرار التأویل فی التفیسر، تحفة الأبرار شرح مصابیح السنة: فی الحدیث، طوالع الأنوار: فی أصول الدین، الغایة القصوی فی درایة الفتوی: فی الفقه (فی مجلدین)، الإیضاح: فی أصول الدین، شرح المنهاج: فی أصول الفقه وغیر ذلک۔(۱۳)وتوفی الإمام البیضاوی سنة ۶۸۵ھ(۱۴) وقیل إنه توفی سنة ۶۹۱ھ(۱۵)

أمّا تفسیر العلامة البیضاوی فهو متوسط الحجم، جمع فیه صاحبه بین التفسیر والتأویل، علی مقتضی قواعد اللغة العربیة، وقرر فیه الأدلة علی أصول أهل السنة وقد اختصر البیضاوی تفسیره من الکشاف للزمخشری ولکنه ترک مافیه من الاعتزالات وإن کان أحیاناً یذهب إلی مایذهب إلیه صاحب الکشاف۔۔۔ وکذلک استمد البیضاوی تفسیره من التفسیر الکبیر المسمی بمفاتیح الغیب للامام فخرالدین الرازی ومن تفسیر الراغب الأصفهانی وضم لذلک بعض الآثار الواردة عن الصحابة والتابعین، کما أنه عمل فیه عقلیته فضمنه نکتا بارعة ولطائف رائعة، واستنباطات دقیقة کل هذا فی أسلوب رائع موجز وعبارة تدق أحیانا وتخفی إلا علی ذی بصیرة ثاقبة وفطنة نیّرة۔(۱۶)

والقرآن الكريم أصل العلوم كلّها 'علم اللغة كلّه فى القرآن' وعلم البلاغة كلّه فى القرآن وعلم الكلام كلّه فى القرآن الكريم، وكذا علم الصرف والنحو والقراءة والفقه وأصول الفقه والحديث وأصول الحديث وعلم الزهد فى الدنيا وأخبار الآخرة واستعمال مكارم الأخلاق وغير ذلك۔ وهكذا لم يخرج القرآن عن معهود العرب فى لغتهم العربية من حيث استخدام المفردات والجمل وقوانينها العامة، بل جاء كتابا عربيا جاريا على مألوف كلام العرب۔ فمن حروفهم تألفت كلماته ومن كلماتهم تألفت تراكيبه، وعلى قواعدهم العامة فى صياغة هذه المفردات وتكوين التراكيب جاء تأليفه، لكنه جاء كتابا معجزا، فمن اعجازه أنّه بلغ الشاء الأعلىٰ فى أساليبه وطريقة تأليف كلامه واختيار ألفاظه۔

كان القاضى البيضاوى متمكنا من اللغة العربية تمكنا تامّا ومحيطا بدقائقها -وبصفة خاصة- كان ملما بالصرف والنحو والقراءة إلماما كاملاً بل كان فارسا من فرسان هذه الفنون هو صاحب المؤلفات الكثيرة فيها۔ قد اهتمّ العلامة البيضاوى فى تفسيره المباحث اللغوية كثيرة ومتنوعة، ومن أشهرها توضيح المفردات الصعبة، ومباحث المفرد، واستخدام المفردات فى الجمل والمعانى المتعددة، ودلالة الألفاظ على المعانى، واشتقاق الكلمات المختلفة وغير ذلك۔ وفى توضيح هذه المباحث اللغوية قد ذكر العلامة البيضاوى الآيات القرآنية، والأحاديث النبوية وأقوال الصحابة رضى اللّٰہ عنهم والشعر العربى، وأمثال العرب استشهادا وما إلى ذلك۔ ويلى نذكر تفصيل أهم تلك المباحث اللغوية التى ذكرها الشيخ فى تفسيره۔

توضيح المفردات الصعبة:

قد اشتهر العلامة البيضاوى فى تفسيره عن توضيح المفردات، ويوضح الكلمات الصعبة شرحا واضحا يبحث فيه عن معنى المفرد وأصله

ومدلوله فی آیات القرآن الکریم المختلفة ویستشهد لبعض المعانی بالأحادیث النبویة والشعر العربی وأمثال العرب۔

عندتفسیر قوله تعالیٰ:

{صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لاَیَرْجِعُونَ}(۱۷)

وضّح العلامة البیضاوی مفردات الآیة : لما سدوا مسامعهم عن الإصاحة إلی الحق وأبوا أن ینطقوا به ألسنتهم ویبتصروا الآیات بأبصارهم جعلوا کأنما أیفت مشاعرهم وانتفت قواهم کقوله:

صمّ إذا سمعُوا خیرا ذُکرتُ به

وإن ذکرتُ بسوء عندهم أذنوا

الصمم: أصله صلابة من اکتناز الأجزاء، ومنه قیل حجر أصم وقناة صماء وصمام القارورة، سمی به فقدان حاسة السمع لأن سببه أن یکون باطن الصماخ مکتنزا لا تجویف فیه، فیشتمل علی هواء یسمع الصوت بتموّجه، والبکم: الخرس والعمی: عدم البصر، عما من شأنه أن یبصر وقد یقال لعدم البصیرة۔ {فَهُمْ لاَیَرْجِعُوْنَ} لا یعودون إلی الهدی الذی باعوه وضیعوه، أو عن الضلالة التی اشتروها، أو فهم متحیرون لا یدرون أیتقدمون أم یتأخرون، وإلی حیث ابتدؤوا منه کیف یرجعون، والفاء للدلالة علی أن اتصافهم بالأحکام السابقة سبب لتحیرهم واحتباسهم۔(۱۸)

استشهد العلامة البیضاوی فی تفسیره بالآیات القرآنیة لتوضیح المفرد فمثلا عند تفسیر قوله تعالیٰ : {وَمَا یُضِلُّ بِهِ إِلاَّ الْفَاسِقِیْنَ}(۱۹) أی الخارجین عن حد الإیمان، کقوله تعالیٰ: {إِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ هُمُ الْفَاسِقُونَ}(۲۰)

کما استشهد العلامة البیضاوی فی تفسیره للمفرد بالأحادیث النبویة۔ فمثلا عند تفسیر قوله تعالیٰ: {وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ کُلَّهَا}(۲۱)

(آدم) اسم عجمی کآزر وشالخ ، واشتقاقه من الأُدْمة أو الأدْمة بالفتح بمعنى الأسوة، أو من أديم الأرض لما روى عنه عليه الصلاة والسّلام، " أنه تعالىٰ قبض قبضة من جميع الأرض سهلها وحزنها فخلق منها آدم" (۲۲) فلذلک يأتى بنوه أخيافا أو من الأدم أو الأدمة بمعنى الألفة۔ (۲۳)

استشهد العلامة البيضاوى فى تفسيره توضيحا للمفرد بالشعر العربى أيضا فمثلاً عند تفسير قوله تعالىٰ: {وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ} (۲۴) أى فى جماعتهم ، فإن صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة (۲۵) لما فيها من تظاهر النفوس ، وعبر عن الصلاة بالركوع احترازا عن صلاة اليهود وقيل الركوع: الخضوع والانقياد لما يلزمهم الشارع، وقال الشاعر الأضبط السعدى:

لا تذلّ الضعيف علّک أن تر
كَعَ يوماً والدهر قد رفعه (۲۶)

واستشهد العلامة البيضاوى فى تفسيره لتوضيح المفرد بأمثال العرب، فمثلا عند تفسير قوله تعالىٰ: {وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلاَّ الْفَاسِقِيْنَ} (۲۷)

أى الخارجين عن حدّ الإيمان ، ومن قولهم : فسقت الرُطبة عن قشرها إذا خرجت، وأصل الفسق: الخروج عن القصد۔ (۲۸)

المفرد ومباحثه:

وضّح العلامة البيضاوى المفرد بكثير من مباحث اللغة وعند تفسير قوله تعالىٰ: {اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ} (۲۹)

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ} الحمد : هو الثناء على الجميل الاختيارى من نعمة أو غيرها ، والمدح : هو الثناء على الجميل مطلقاً ، تقول حمدت زيداً على علمه وكرمه ، ولا تقول حمدته على حسنه، بل مدحته۔ وقيل هما أخوان۔ والشكر: مقابلة النعمة قولاً وعملاً واعتقاداً۔۔۔

{رَبِّ الْعَالَمِيْنَ} الرب فى الأصل مصدر بمعنى التربية : وهى تبليغ الشىء إلى كماله شيئاً فشيئاً ، ثم وصف به للمبالغة كالصوم والعدل۔ وقيل: هو نعمت من رَبّه يربه فهو رب ، كقولک نم ينم فهو نم ، ثم سمى به المالک لأنه يحفظ ما يملكه و يربيه۔ ولا يطلق على غيره تعالىٰ إلا مقيداً كقوله {اِرْجِع إلى رَبِّک} (۳۰) والعالم اسم لما يعلم به ، كالخاتم والقالب ، غلب فيما يعلم به الصانع تعالىٰ ، وهو كل ماسواه من الجواهر والأعراض۔۔۔

وقرئ { رَبِّ الْعَالَمِيْنَ} بالنصب على المدح۔ أو النداء ، أو بالفعل الذى دل عليه الحمد ، وفيه دليل على أن الممكنات كما هى مفتقرة إلى المحدث حال حدوثها فهى مفتقرة إلى المبقي حال بقائها۔ (۳۱)

وعند تفسير قوله تعالىٰ:

{وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَداً وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّداً وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ} (۳۲)

يقول العلامة البيضاوى فى تفسير هذه الآية:

{وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ} يعنى بيت المقدس ، وقيل أريحا أمروا به بعد التيه {فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَداً } واسعا ، ونصبه على المصدر ، أو الحال من الواو {وَادْخُلُوا الْبَابَ } أى باب القرية أو القبلة التى كانوا يصلّون إليها فإنهم لم يدخلوا بيت المقدس فى حياة موسى عليه الصلاة والسلام ، {سُجَّداً} متطامنين مخبتين ، أو ساجدين لله شكرا على إخراجهم من التيه۔ {وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ} أى مسألتنا ، أو أمرک حطة وهى فعلة من الحط كالجلسة ، وقرئ بالنصب على الأصل بمعنى : حط عنا ذنوبنا حطة أو على أنه مفعول {وَقُوْلُوْا} أى قولوا هذه الكلمة۔ وقيل معناه أمرنا حطّة أى : أن نحط فى هذه القرية ونقيم بها {نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ} بسجودكم ودعائكم۔ وقرأ نافع بالباء

وابن عامر بالتاء على البناء للمفعول۔ وخطايا أصله خطائى كخطايع فعند سيبويه أنه أبدلت الياء الزائدة همزة لوقوعها بعد الألف واجتمعت همزتان فأبدلت الثانية ياء ثم قلبت ألفا، وكانت الهمزة بين الألفين فأبدلت يائ۔ وعند الخليل قدمت الهمزة على الياء ثم فعل بهما ما ذكر {وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ} ثوابا، جعل الامتثال توبة للمسيئ وسبب زيادة الثواب للمحسن، وأخرجه عن صورة الجواب إلى الوعد إليها ما بأن المحسن بصدد ذلک وإن لم يفعله، فكيف إذا فعله، وأنه تعالىٰ يفعل لا محالة۔ (۳۳)

انظر لتفصيل الأمثلة فى تفسير البيضاوى۔

استخدام المفردات فى الجمل والمعانى المتعددة:

قد استخدم القاضى البيضاوى المفردات فى تفسيره فى الجمل المختلفة التى تدل على معان متعددة وتوضيحها ونجد الأمثلة فى تفسيره مثل مايلى:

(۱) عند تفسير قوله تعالىٰ: {اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ} (۳۴)

{يَمُدُّ} قال القاضى البيضاوى فى شرح هذه الكلمة، من مدّ الجيش وأمده إذا زاده وقواه، ومنه (مددت السراج والأرض إذا استصلحتهما بالزيت والسماد) لا من المد فى العمر فإنه يعدى باللام كأملى له۔ ويدل عليه قراءة ابن كثير {وَيَمِدِّهُمْ} والمعتزلة لما تعذر عليهم إجراء الكلام على ظاهره قالوا: لما منعهم اللّٰه تعالىٰ ألطافة التى يمنحها المؤمنين و خذلهم بسبب كفرهم وإصرارهم، وسدهم طرق التوفيق على أنفسهم فتزايدت بسببه قلوبهم رينا وظلمة، تزايد قلوب المؤمنين انشراحا ونورا، و أمكن الشيطان من أغوائهم فزادهم طغيانا، أسندَ ذٰلک إلى اللّٰه تعالىٰ إسناد الفعل إلى المسبب مجازا

و أضاف الطغيان إليهم لئلا يتوهم أن إسناد الفعل إليه على الحقيقة ، ومصداق ذلک أنه لما أسند المد إلى الشياطين أطلق الغي وقال {وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِيْ الْغَيِ}(۳۵) أو أصله يمدلهم بمعنى يملى لهم ويمد فى أعمارهم كى يتنبهوا ويطيعوا ، فما زادوا إلاّ طغيانا وعمها فحذفت اللام وعدى الفعل بنفسه كما فى قوله تعالىٰ {وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ}(۳۶) أو التقدير يمدهم استصلاحا ، وهم مع ذلک يعمهون فى طغيانهم۔(۳۷)

وعند تفسير قوله تعالىٰ:

{إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَسْتَحْيِیْ أَن يَضْرِبَ مَثَلاً مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا۔۔۔}(۳۸)

{لاَ يَسْتَحْيِیْ} قال العلامة البيضاوى فى شرح هذه الكلمة : أى لا يترک ضرب المثل بالبعوضة ، ترک من يستحي أن يمثل بها لحقارتها ، والحياء : انقباض النفس عن القبيح مخافة الذم ، وهو الوسط بين الوقاحة : التى هى الجراءة على القبائح وعدم المبالاة بها والخجل : الذى هو الخصار النفس عن الفعل مطلقا۔ واشتقاقه من الحياة فإنه انکسار يعتري القوة الحيوانية فيردها عن أفعالها فقيل : حيى الرجل كما يقال نسي وحشي ، اذا اعتلت نساه وحشاه۔ وإذا وصف به البارى تعالىٰ كما جاء فى الحديث:

"إن اللّٰه يستحيي من ذى الشيبة المسلم أن يعذبه۔"(۳۹)

قال عليه الصلاة و السلام:

"إن اللّٰه حيى كريم يستحيي إذا رفع العبد يديه أن يردهما صفراً حتى يضع فيهما خيراً۔(۴۰)

فالمراد به الترک اللازم للانقباض ، كما أن المراد من رحمته وغضبه إصابة المعروف والمكروه اللازمين لمعنييهما ، ونظيره قول من يصف إبلاً :

إذا ما استحين الماءَ يعرضُ نفسهُ
كرعنَ بسَبتٍ فى إنائِ من الوردِ

وإنما عدل به عن الترک ، لما فيه من التمثيل والمبالغة ، وتحتمل الآية خاصة أن يكون مجيئة على المقابلة لما وقع فی کلام الکفرة۔ (۴۱)

دلالة الألفاظ على المعانی:

وضّح القاضی البيضاوی الألفاظ بالقرآن الكريم والأحاديث النبوية وأقوال الصحابة والشعر العربی وأمثال العرب المختلفة ، وهذه الألفاظ تدل على المعانی المتعدّدة ونذكر بعض النماذج التی توجد فی تفسيره وهی كما يلی:

(۱) وعند تفسير قوله تعالىٰ:

{وَإِذَا خَلَوْا إِلٰى شَيَاطِينِهِمْ قَالُوْا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُوْن} (۴۲)

{ خَلَوْا } بيّن العلامة البيضاوی فی شرح هذه الكلمة ثلاثة معان فی تفسيره:

۱۔ عندما جاء الحروف الجارة "ب" أو "إلى" بعد (خلوا) فيكون المعنى "نحو"

من خلوت بفلان وإليه إذا انفردت معه۔

۲۔ أو من خلاک ذم أی عداک ومضى عنک، ومنه القرون الخالية۔

۳۔ أو من خلوت به إذا سخرت منه ، وعدى بإلى لتضمن معنى الإنهائ۔ (۴۳)

(۲) وعند تفسير قوله تعالىٰ:

{وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ} (۴۴)

{شهداء} قد ذكر العلامة البيضاوی أربعة معان فی شرح هذه الكلمة مع ذكر مناسبته، كما يقول فی تفسيره:

"فإنه أمر بأن يستعينوا بكل من ينصرهم ويعينهم والشهداء

جمع شهيد بمعنى:

۱: الحاضر

۲: أو القائم بالشهادة

۳: أو الناصر

۴: أو الإمام

وكأنه سمى به لأنه يحضر النوادى وتبرم بمحضره الأمور ، إذ التركيب للحضور ، إما بالذات أو بالتصور، ومنه قيل : للمقتول فى سبيل اللّٰہ شهيد لأنه حضر ما كان يرجوه أو الملائكة حضروه {شهدائكم} أى الذين اتخذتموهم من دون اللّٰہ أولياء وآلهة وزعمتم أنها تشهد لكم يوم القيامة۔ أو الذين يشهدون لكم بين يدى اللّٰہ تعالى على زعمكم من قول الأعشى:

تُريک القَذى مِنْ دونها وهى دُونَهُ

ليعينوكم وفى أمرهم أن يستظهروا بالجماد فى معارضة القرآن العزيز غاية التبكيت والتهكم بهم۔ (۴۵)

(۳) وعند تفسير قوله تعالىٰ:

{إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوْا عَلَى اللّٰہِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ} (۴۶)

{السُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ} يقول العلامة البيضاوى فى شرحهما:

"بيان لعداوته، ووجوب التحرز عن متابعته، استعير الأمر لتزيينه وبعثه لهم على الشر تسفيها لرأيهم وتحقيرا لشأنهم، والسوء والفحشاء ما أنكره العقل واستقبحه الشرع ، والعطف لاختلاف الوصفين فإنه سوء لاغتمام

العاقل به ، وفحشاء باستقباحه إياه۔ وقيل : السوء يعم القبائح ، والفحشاء ما يتجاوز الحد فى القبح من الكبائر۔ وقيل : الأول ما لاحد فيه ، والثانى ما شرع فيه الحد۔ "(۴۷)

انظر لتفصيل الأمثلة فى تفسير البيضاوى۔

اشتقاق الكمات المختلفة:

قد اهتم الإمام البيضاوى باشتقاق الكلمات المختلفة فى تفسيره اهتماما كبيرا وذكر مصادرها استشهادا بالمعاجم العربية والكتب الأخرى ، مثل:

{إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارٰى وَالصَّابِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ}(۴۸)

وقال الإمام البيضاوى فى اشتقاق كلمة {الصَّابِئِيْنَ} فى تفسيره: هى من صبأ كما جاء فى نصه: هم قوم بين النصارى والمجوس۔ وقيل أصل دينهم دين نوح عليه السلام۔ وقيل هم عبدة الملائكة۔ وقيل عبدة الكواكب، وهو إن كان عربيا فمن صبأ إذا خرج۔۔۔(۴۹)

وعند تفسير قوله تعالىٰ:

{وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُواْ بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُواْ فَرِيْقاً مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ}(۵۰)

قال العلامة البيضاوى عن اشتقاق كلمة {تُدْلُوا} فى تفسيره فيما يلى :تدلو من الادلاء بمعنى الإلقاء، أى ولا تلقوا حكومتها إلى الحكام۔(۵۱)

انظر لتفصيل الأمثلة فی تفسير البيضاوی:

سورة الفاتحة: ۱، ۶، ۲

سورة البقرة: ۲، ۳، ۵، ۸، ۹، ۱۰، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹
، ۲۵، ۲۳، ۲۰، ۲۶، ۳۰، ۳۱، ۳۴، ۳۵، ۳۷، ۳۹، ۴۰، ۴۳، ۴۴، ۴۶،
۴۸، ۴۹، ۵۲، ۵۵، ۶۱، ۶۲، ۶۷، ۶۸، ۷۱، ۶۹، ۷۲، ۷۴، ۷۸، ۸۷، ۹۱
، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۲۴،
۱۲۷، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۸، ۱۷۳، ۱۸۵، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۱، ۱۹۵،
۱۹۷، ۲۱۱، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۹، ۲۶۷،
۲۷۵، ۲۸۲

وهكذا نجد فی تفسير البيضاوی المباحث اللغوية كثيرة لا يمكن لنا أن نبيّن هذه المباحث فی هذا المقال المختصر۔ وبالجملة أن الإمام البيضاوی يعدّ من أبرز المفسرين فی عصره وكان عالما كبيراً وإماما فی التفسير والفقه والأصول والكلام العربية وعارفا باللغة والنحو والصرف والبيان والبديع والمعانی والحكمة والفلسفة وغير ذلک۔

الهوامش

(۱) سورة المائدة ۱۶، ۱۵:۵

(۲) البرهان فی علوم القرآن للزرکشی، ۱/۱۳

(۳) التفسیر والمفسرون للذهبی ۱/۲۸۲

(۴) انظر طبقات المفسرین للداودی، ج ۱ ص ۲۳۰
ومعجم المؤلفین لعمر رضا کحالة ۶/۹۷

(۵) انظر البدایة والنهایة لابن کثیر، ۱۳/۳۰۹
ومرآة الجنان للیافعی، ۴/۲۲۰

(۶) مرآة الجنان وعبرة الیقظان للیافعی، ۴/۲۲۰

(۷) الغایة القصوی للبیضاوی، ۱/۵۸،
وکشف الظنون لحاجی خلیفة، ۱/۱۸۶

(۸) شرح المنهاج للبیضاوی فی علم الأصول لشمس الدین محمود الأصبهانی، ص ۹

(۹) إن الشیخ الکحتائی کان أحد المقربین للسلطان المغولی أحمد أغانی هو لاکوالذی أسلم وحسن اسلامه وکان یأتی إلی الشیخ فی لیالی الجمعات المبارکات یقصد الزیادة وذکر الله۔
(انظر الغایة القصوی للبیضاوی، ۱/۲۲۔ ۲۳ وکشف الظنون لحاجی خلیفة، ۱/۱۸۶، وروضات الجنات للخوانساری، ۳/۴۳۵)

(۱۰) شذرات الذهب لابن العماد الحنبلی، ۵/۳۹۲

(۱۱) انظر روضات الجنات للخوانساری، ۵/۱۲۳

(۱۲) انظر معجم المؤلفین لعمر رضا کحالة، ۶/۹۸
وبغیة الوعاة للسیوطی، ۲/۵۰

(۱۳) انظر: طبقات الشافعیة للقاضی شهبة، ۲/۱۷۳
وهدیة العارفین لإسماعیل باشا، ۱/۴۶۲
ومفتاح السعادة لطاش کبری ۱/۴۳۷

وطبقات المفسّرین للداودی، ۲۳۰/۱　　ونزهة الجلیس، ۸۷/۲

(۱۴)　انظر: البدایة والنهایة لابن کثیر، ۳۰۹/۱۳
والوافی بالوفیات لصلاح الصفدی، ۸۹/۲

(۱۵)　طبقات الشافعیة الکبری للسبکی، ۱۵۷/۸
وطبقات الشافعیة للقاضی شهبة، ۱۷۲/۲

(۱۶)　انظر التفسیر والمفسرون للذهبی، ۲۹۷/۱-۲۹۸
وانظر کشف الظنون لحاجی خلیفة ۱۸۷/۱

(۱۷)　سورة البقرة: ۱۸

(۱۸)　أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ۱۹۸-۱۹۴/۱

(۱۹)　سورة البقرة: ۲۶

(۲۰)　سورة التوبة: ۶۷

(۲۱)　سورة البقرة: ۳۱

(۲۲)　أخرجه الترمذی فی التفسیر (۲۹۵۵) باب (۳)، ومن سورة البقرة، وأبوداؤد فی السنة (۴۶۹۳) باب (۱۷)

(۲۳)　أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ۲۸۴/۱

(۲۴)　سورة البقرة: ۴۳

(۲۵)　روی البخاری فی الأذان (۶۴۵) فی فاتحته ومسلم فی المساجد (۶۵۰) باب (۴۲)

(۲۶)　أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ۳۱۴/۱

(۲۷)　سورة البقرة: ۲۶

(۲۸)　أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ۲۶۳/۱

(۲۹)　سورة الفاتحة: ۱

(۳۰)　سورة یوسف: ۵۰

(۳۱)　أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ۵۵-۴۲/۱

(۳۲)　سورة البقرة: ۵۸

(۳۳) أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ۳۲۸-۳۲۷/۱

(۳۴) سورة البقرة: ۱۵

(۳۵) سورة الأعراف: ۱۰۲

(۳۶) سورة الأعراف: ۱۵۵

(۳۷) أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ۱۸۱-۱۷۹/۱

(۳۸) سورة البقرة: ۲۶

(۳۹) إسناده ضعيف ذكره العجلوني فى "كشف الخفا"، برقم (۲۴۲) وعزاه للسيوطي فى "الجامع الكبير" عن ابن النجار بسند ضعيف وكذا فى "كنز العمال" رقم (۴۲۶۴۴)

(۴۰) أخرجه أبو داؤد (۱۴۸۸) فى الصلاة والترمذى (۳۵۵۱) فى الدعوات وابن ماجة (۳۸۶۵) فى الدعاء

(۴۱) أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ۲۵۶-۲۵۴/۱

(۴۲) سورة البقرة: ۱۴

(۴۳) أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ۱۶۸/۱

(۴۴) سورة البقرة: ۲۳

(۴۵) أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ۲۳۴-۲۳۲/۱

(۴۶) سورة البقرة: ۱۶۹

(۴۷) أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ۴۴۶/۱

(۴۸) سورة البقرة: ۶۲

(۴۹) أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ۳۳۴/۱

(۵۰) سورة البقرة: ۱۸۸

(۵۱) أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ۴۷۳/۱

THE REQUIREMENTS TO UNDERSTAND THE HOLY QURAN AND IT's RANSLATIONS

Hafiz Zaheer Ahmad*

ABSTRACT:

The Holy Quran is the last and final message of Almighty Allah through His Prophet (Peace and Blessings be upon Him), which guarantees success for mankind in this world and life hereafter. Allah Almighty has laid down all the laws of valuable knowledge, good deeds and prosperity of the whole mankind in His Book (Quran). In the present era the Muslims are politically, financially, culturally and socially reached the verge of decay and destruction only because they have turned a deaf ear to Holy Quran. The only solution to overcome the miserable plight of Muslim is to understand The Holy Quran. I discussed the requirements to understand the Holy Quran and impacts of its understanding on the life of a Muslim. I categorically discussed the Characteristics of Quranic teaching in the perspective of its understanding. I gave necessary details of the preaching aspect of the Holy Quran.

The greatest and everlasting living miracle of the annunciation of the Holy Prophet Muhammad ( ) is Quran, and man is unable to expound the greatness of Quran. Quran challenges to the dubious and double minded human being of every age:

* M.Phil. Scholar (Session 2014-2016)

"وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداکم من دون اللہ ان کنتم صادقین"(1)

"And if you are in doubt concerning that which we reveal to our Prophet (Mohammad), then produce a Surah (chapter) like this, and call your witnesses beside Allah if you are true in your words"

After completion the chain of the preaching of righteousness and guidance, Quran is the only holy book which is the doubtless and without any kind of suspection.(2)"ذالک الکتاب لا ریب فیہ" "This is scripture whereof there is no doubt" Quran is ھدی للمتقین(3) "A guidance to those who are pious" ھدی للناس(4)"A guidance to the people" In fact, Quran is the only holy book in the world which is entirely consist of truism and rectitude in every sense. (5)"ان ھذا القران یھدی للتی ھی اقوم" "LO! This Quran guides to that which is straights" The real secret of upright way lies in the holy Quran for the whole human being .This is the standard of nation's elevation and downfall. (6)"یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین" "(Allah) misleads many thereby, and He guides many thereby; and He misleads thereby only miscreants"

Quran is the first and last necessity of man. Without it neither man can fulfill the needs of material life completely nor can touch the evaluation of spirituality. Reality of a man, his positive character in a society and his success in the world hereafter belongs to the acting upon the teachings of Islam. So the understanding of Quran is obligation to man.

The concept of Islamic life remains meaningless if we are unable to understand the message of God. To understand Quran is to understand Islam.

(7)"و"لقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر"We have mad the Quran easy to remember; but is that remembered?”

But the question is that, is there anyone who wants to obtain advice from it? What means the easiness of Quran? Is any person can gain understanding about it and pick out advice without any nominated standard? Is there any kind of standard to understand Quran so that we may be able to touch the spirit of its message?

The reality is that Quran is a book, a specific book in every way, matchless in every age, the challenge of Quran (فاتوا بسورة من مثله) is unshakeable since the previous fourteen centuries.

“Quran claims that all orators, poets, writers, critics are challenged to create a surah (chapter) like Quran. It is the greatest claim and challenge not only for Arabs but also for all humanity.”(8)

Eloquence of Arabs fails while it is compared to Quran. No one dares to face it. It is the blessing of God that he made Quran easy without any deep philosophy. Now man’s wisdom does not entangle in its meanings.

Molana Iftikhaar Ahmed Balkhi wrote in his essay:

“Quran is full with discussion of art and the method of conversation but it is devoid of logic and dialogues. The reason is that logical arguments and dialogue may make listeners answerless, but these things cannot remove doubts from hearts because removing of doubts makes a person

calm but the matter of the calling for righteousness on its contrary."(9)

Syed Qutab Shaheed explained it in this way:

"Rationalists discussed about the monotheism for centuries but they are unable to get anything from it. Quran explained the reality of oneness and the Rationalists were unable to make a minor part like Quran."(10)

The aim of descending of Quran was not put a man in troubles and anxiety but facilitating, so that human beings may gain the path of action easily and gain eternal success. So, Quran was descended in Arabic language because Arabs knew it well.

According to the writer of Urdu Encyclopedia of islam:

"Truly the language of Quran is understandable for every tribe and every tribe has devotion and sense of recognition about it."(11)

To understand Quran is not a minor thing. Its understanding is specific because of its matchless conversation and specialty. Special standards require for it. It demands fertile mind. The sense of understanding, firstly, came in the hand of the Holy Prophet ( ).After this step by step, it is the turn of Sahabah. Sahabah (companions) got the understanding of Quran from Prophet ( ). Now in this age, the standards for understanding must be resembled to the standards of Sahabah.

Purity of Faith and Certenity:

Faith is the first condition to enter Islam and to gain benefits from Quran.It means the universal righteousness of Islam must be accepted from the core of heart and the rejection of futile beliefs. The basic purpose of Quran is the

supply of righteousness to man. Quran shows them the right way who have faith in it.

(12)"والذين يومنون بما انزل اليك" "And who believe in that which is revealed to you"

In Quran nearly 16 places are mentioned with the word of imperativeness. It means to keep faith in Quran.

Heart attachment with Quran cannot be produced without faith. Without faith the understanding of Quran is impossible. Although many non-Muslims claim about the understanding of Quran yet any one of them learnt Quran with devotion, Allah blessed him with its understanding. Many of them accepted Islam and proved themselves true believers. The person who studied Quran with negative point of view, his understanding about Quran took him towards severe disobedience and he misleaded others. In reality he was unable to understand Quran. The reason of the devoidness of understanding of Quran polytheist was absolutely clear. It means their resolution not to withdraw from polytheistness voluntarily and willingly about it ختم الله علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ was descended. But hypocrites who made jokes Muslims ad tried to give meanings to Quran with their own wish indulged in the marsh of astray.(13) *Quran says:*

"قل ھو للذین امنوا ھدی وشفاء والذین لایومنون فی اذانھم وقر وھو علیھم عمی اولئک ینادون من مکان بعید"(14)

"Say to them (O Muhammad) For those who believe it is a guidance and a healing; and as for those who disbelieve, there is a deafness in there ear and it is blindness for them; such are called to from afar"

It is decided that one cannot gain right path without faith. Without faith one is unable to understand Quran. The standard of faith is the reason of understanding of Quran. It was the faith of Sahabah which is presented as symbol and it demands to be faithful like them.

If a person has a new belief against the belief of Sahabah and shows himself a Muslim, says prayers,observes fast but according to terminology of Quran he is not a true Muslim till he moulds his faith according to the demands of Quran. (15)

The Need of the feelings of Understanding Quran:

Any living thing does not have an inclination towards eating and drinking without feelings and hungry. In the present age the theory of need takes the shape of dispute at some reserve circumstances and condition, but basically its importance cannot be denied. In the same way,we have spiritual hunger which absolutely demands righteousness but a person cannot understand Quran if he has no feelings about the need of Quran.

Syed Modudi says:

"The guidance of Quran has been closed for those people who are not convinced of its need. If they have a vision that God gives us guidance but they do not attach themselves with Prophet hood and revelation and they set some beliefs themselves and belongs them to God or they believe only those Holy books which are nominated by their ancestors, Quran detach all these people and shows its guidance only for those who demands it."(16)

Piety and Purification of Mind:

Quran is the fountain of righteousness and wisdom. The understanding of Quran demands piety and purification of

mind because it is real righteousness and wisdom which is from God and is in his hand .this is the greatest betterment.
(17)"من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا"

"One who is rewarded wisdom, he is blessed with greatest betterment" "

So piety of heart and the realization of ALLAHs majesty is necessary. After this, one can be able to understand the reality of Quran. The Holy Prophet ( ) said: راس الحکمۃ مخافۃ اللہ "The root of wisdom is the fear of Allah". In reality piety is the name of great internal feeling which creates the ability of wisdom in a man. He accepts advice and he understands Quran. Piety leads him, in his life, towards difference between right and wrong.

Syed Modudi says:

"A person who has piety and afraid of wrong end is conscious about his way. Such person will listen to the advice of that person who shows difference between right and wrong and guides him towards success and eternal blessings."(18)

So it is decided that piety is necessary for the understanding of Quran and gaining benefits from it. Allah has declared that Quran provides right way only to those who gained righteousness. The understanding of Quran demands the acceptance of influence and righteousness.

Molana Saeed Akbar Alabadi says:

"Evolution means person has ability to understand Quran spiritually and feels its effection."(19)

Struggle for Understanding:

Understanding of Quran demands eloquence; otherwise it is impossible to understand it although you have faith and spirituality. It is decided by nature.

(20)"لیس للانسان الا ما سعی " "Man has only that for which he makes effort" *And it is said:* من جد وجد "He who struggle ,gained"

Quran says:(21)"والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" "As for those who fight hard in us, we surely guide them to our paths"

So continue struggle is necessary for attainment of aim .The companions of the Prophet ( ) devoted their lives for understanding of Quran. After getting faith, the priority of their thinking changed and their eventual aim was only to understand Quran and following of Prophet.

Dar-e-Arqam in Makah and Suffah in Medinah was such institutions from where the fountains of understanding of Quran spread and their blessings covered all over the world.

Companions of the Prophet ( ) directly got the understanding of Quran from Prophet. For this purpose they worked day and night and they did their duty devotedly in order to gain the true spirit of Quran. It was companions of the Holy Prophet ( ) who understood Quran in its true spirit and they acted upon its teachings according to the will of God. So they were rewarded the certificate (رضی اللہ عنہم)(22) Nothing can touch their rank among nation of faith, piety and understanding of Quran .But after accepting them leader, one can make the ways of understanding bright. Sahabah has three ways of understanding Quran:

1. Taking knowledge from Prophet ( )

2. Getting knowledge from others
3. Pondering (23)

Tendency Towards Arabic:

Tendency towards Arabic language is compulsory for understanding of Quran. The language of Quran is prominent and different in the using of words, meanings, Sentences, language and addressing. The first listeners of Quran were Arabs who knew ups and downs, showy and hidden meanings of Quran.

What is tendency towards Quran?

According to Saeed Ahmad Akbar Alabadi:

"Remember, to understand Arabic does not mean that a person may translate Arabic into Urdu or another language. The ability of translating Quran helps one to understand it at minor level but as long as he has no tendency towards Arabic, he is unable to understand it fully."(24)

According to Imam Shafi**:**

"A person cannot understand reserve way of narrating Quran as long as he has not any ability to understand Arabic language into Arabic."

This is the matter of Arabic. It is the same rule for every language to know its reality. The Persons who speak different languages are not equal. But a person who has no tendency towards any language ,he is unable to receive its impact. When a lover of any language hears it ,he becomes too much happy.

For example the verse of Hakeem Momen Khan Momen:

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا   جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

Countless people who hear this verse but it is said when Ghalib heard, he said wistfully:

"It is my desire that Momen may give me this verse and take all of my anthology in return."

The Acquaintance about References of Quran and its Knowledge:

To understand Quran is necessary to know its reference and context. It is necessary for understanding of Quran. Without it, access to reality is impossible.

For example Quran says:

"واذ کرو اللہ فی ایام معدودات"(25)

"Remember God through appointed days" If we detach this sentence from Quran, it will be thought that it is a common order to pray to God. But when we observe its references and contexts, we will understand that it mean Rammi Jammar (رمی جمار) during the time of Ayyam-e-Tashreeq (ایام تشرق) There are many examples like this.

Molana Saeed Ahmed Akbar Abadi says about the importance of references to contexts in this way:

"Do not dare to explain a sentence after seeing its one word, but it is necessary to study Quran throughout so that one may understand its way of narration. In this way one can explain its meaning without difficulties."(26)

If we try to understand Quran without its reference and contexts, it will lead towards astray. It is against divine lows to assume an opinion about the understanding of Quran and follow it. To avoid from personal opinion is must.

Holy Prophet ( ) said:

" من تکلم فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطاء"(27)

"A person who said something about it, he was at fault although his opinion was right"

Obviously it is strange that right opinion is rejected by Prophet ( ) but the fact is on the contrary. It means such opinion which is against authentic principles of Quran. Although one concludes towards right result, yet he is at fault because he chooses the wrong way and many people choose this way and it is not necessary that everyone draws towards true result.

Justice Taqi Usmani says:

"The first and most dangerous reason of astray in the explanation of Quran is that man starts to show his opinion about Quran without knowing his ability. Particularly in our age, it is becoming more critical. It is misunderstanding to think that a person may become a scholar after studying Arabic language and after this one explains Quran as he understands. It is thinkable that there is not any kind of art and knowledge in the world which can be gained after understanding its knowledge only. Any sensible person did not claim to be a doctor after understanding English language and he may start practice as doctor, but for this person, he has to go through many kinds of examination in big institutions." (28)

Holy Prophet ( ) said:

" من قلفا لیقر آنبغیرع لم فلیتبوا عد ه مقلنا ر"(29)

""A person who talked about Quran without knowledge, must go to hell"

Taqi Usmani writes about the learning of important knowledge for understanding Quran:

"The explanation of Quran does not require minor knowledge of Arabic language, it demands principles of explanation knowledge of Hadith, principles of Hadith, principles of Islamic laws, knowledge of Islamic laws, knowledge of accidence and syntax, knowledge of dictionary, knowledge of literature and at home familiarity eloquence as well as piety and piousness." (30)

Understanding of Hadith for Understanding of the Holy Quran:

Quran descended upon the personality of Prophet Muhammad ( ).

Quran said: (31)"و ما ینطق عن الھوی ٥ ان ھو الا وحی یوحی"

"He does not speak of (his own) desire; it is nothing except an inspiration that he inspired"

Further said:

"وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم"(32)

"”And we have revealed to you the remembrance that you may explain to people which has been revealed for them"

"وانزلنا الیک الذکر لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ"(33)

"We have revealed the scripture to you only that you may explain to them that wherein they differ"

So it is clear that it was not the only duty of Prophet to delivered words of Quran to the others, but the aim of descending of Quran was more then it. It means the preaching of Quran and wisdom, explanation and purity of heart and it is said in this way:

"یتلو علیھم ایتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب و الحکمۃ و ان کانو من قبل لفی ضلال مبین"(34)

"Who (prophet) recites to them His revelation, and purifies them of their sin, and teaches them the scripture and wisdom; All though before they were in flagrant error"

So, Quran and understanding of Quran both are descended upon Prophet ( ) and his personality is nominated as the best personality who thought it practically. Understanding of Quran cannot be gained until a person understands Hadith.

Its example is that a person takes medicine from a doctor but he does not follow his instructions, there is no need of explaining its result.

Dr. Ghulam Mustafa Khan wrote in his essay " قرآن اور شان محمدی "

"Quran and the life of Holy Prophet ( ) are part of parcel of each other. A person who did not see Prophet, see Quran, but the person who did not see the whole of Quran, Prophet was enough for them.

Every event of his life is the translator of Quran and presents a practical shape of its orders. The person who studied Quran after seeing Prophet, gained right path and the person who studies Quran without the instructions of Prophet ( ), devoid of right path." (35)

Translation of Quran for Understanding of Quran:

Translation of Quran is necessary for understanding of Quran. Without translation, the language will remain under the authority who know and understand it and its connect with outer world will disconnect and other nations will not gain benefits from it. So, translation from one language into

other is necessary and Quran gained universal importance because of its universal message.

Translation is a Latin world which entered into Arabic language long age. The meaning of it, is to understand and teach. The importance of translation is necessary for both Arabs and non-Arabs. There is no way of understanding of Quran till suitable acquaintance with Arabic language and literature.

Translation of Quran into other language is the basic reason for the necessity of the understanding of non-Arabs. It has some other reasons also.

Dr. Saliha Abdul Hakeem Sharaf-Ud-Din says:

"New technical term come into beings because of the vanishing of the old words and technical terms. So, many translations have been done in order to meet the challenges of language evolution. Man's society in every age has reserved values and tendency. So, Scholars thought it necessary to translation Quran according to the need of age.

Some translations consisted of self-opinions so such persons may reject or select others according to their own wishes. The mind of the derailment of virtue also becomes the reason of the translation of Quran. Some translations were exposed on the basis of business. Some enemies of Islam printed wrong translation of Quran voluntarily in Urdu to mutilate Quran."(36)

Translation of Quran, Particularly belongs to difficult arts:

"Some time, some words of one language have not the same meanings in other language. Some situation can be

observed with proverbs. It is all about man's writing and the writing of Allah is matchless as compare to the writing. So, accurate translation of Quran cannot be done by man.

Imam Ibn Qutaiba writes that descending of Quran according to the ways of every language. That is why any translator of Quran cannot translate it completely."(37)

The translation of Quran has been done in every active language of the world. The interesting thing in this regard is that:

"All the translation of Quran is the result of the devotion and hardworking of man. Any Arabic scholar did not try to translate Quran into other language till now. May be they have no feelings that how difficult is to understand Quran for non-Arabs.

On the contrary non-Muslims Arabic felt the need of understanding Bible. So, non-Muslims Arabs translated Bible into Arabic language much."(38)

It is a matter of concentration for faithful and intellect people of Arabia to translate Quran into other language with their reserve love for Arabia and highlights the understanding of Quran with the help of the background of Arabs.

Regards for the needs of Quranic Explanation:

Explanation and translation have a basic role for the understanding of Quran. So, the translator of Quran must have the qualities as the explanatory have. In fact translation is the shape of explanation. Both have the aim of understanding Quran. Both have similarities between needs.

Translator must know the law of explanation; otherwise the true translation of the Quran is impossible. If we ponder, we come to know that the discussion about translation and explanation have some points.

Care for the Condition of Social and present age:

The subject of the translation of Quran and its need and importance does not require to explain. It is inevitable need of Quranic understanding that its translation had been done in non-Arabic languages and the art of translation nominated the real aim of Quran. The aim of understanding Quran demands revolution in man's life. The revolution of thinking, practically, individually and collectively, so that man may redeem from wrongs beliefs. In this way the character of man may be lead towards right path and he may gain the right of فی الدنیاحسنۃ وفی الآخرہ حسنۃ So, the matter of translation is too much delicate. It demands not only complete grip and power of Arabic literature but also too much care, piety and need of the knowledge of Hadith. It is necessary not to produce meanings of Quran according to one's wish and try to avoid self-will. Translation with exaggeration leads people towards astray and the real aim of understanding of Quran vanishes. The society of today and the present condition of Islamic world take us towards new needs.

Refrences

1: AL-BAQARAH : (2)23

2: // : (2)02
3: // : (2)02
4: // : (2)185
5: AL-NISA : (17)09
6: AL- BAQARAH : (2)26
7: AL-QAMAR : (54)17
8: Malik Ghulam Murtaza , DR, رالقرآن, (Malik Sons,Lahore,1986)1/73
9: Iftikhar Ahmad Bhatti ,Molana, قرآن مجید کا طرز استدلال, Quran number,Sayyara Digest (Idar e Mouarif Urdu, Karachi, Editor :professor Khursheed Ahmad,November 1969)1/133
10: Syed Qutab shaheed ,قرآن مجید کا اسلوب بیان, translation: Professor Ghulam Ahmad Hareeri(Tariq Academy Faisalabad, January 1983)Page: 168
11: Urdu Islamic Encyclopedia (Danish Gaah e Punjab, Lahore) 16/1/333
12: Al-BAQARAH : (2)04
13: Abdul Baqi, Muhammad Fawad, المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم, (Dar Ul Hadith Cairo)
14: AS-SAJDAH : (32)44
15: Mufti Muhammad Shafi , معارف القرآن, 1/128
16: Modudi ، تفہیم القرآن، 1/51
17: AL-BAQARAH : (2)289
18: Mododi ,تفہیم القران, 2/315
19: Molana Saeed Ahmad Akbar Abadi, فہم القرآن,(Idara Islamiat,Lahore,Karachi,January 1982)P: 41
20: AL-NAJM : (53)39
21: AL-ANKABUT: (29)69

22: AL-MAIDAH :(5)116, AT-TAOBAH:(9)100, AL-MUJADILAH:(58)22, AL-BAIYINAH:(98)8
23: Syed Maroof Shah Sheerazi,قرآن سے صحابہ کا طرز استفادہ ،,Quran Number ,Sayyara Digest.
24: Syed Akbar Abadi, فہم قرآن, P: 46
25: al- BAQARAH: (2)203
26: Saeed Akbar Abadi, فہم قرآن,P: 27
27: Hafiz Ibn e Katheer,مقدمہ تفسیر ابن کثیر
28: Muhammad Taqi Usmani, علوم القرآن,P: 359
29: Hafiz Ibn Katheer,مقدمہ تفسیر ابن کثیر
30: Muhammad Taqi Usmani,علوم القرآن,P:163
31: AL-NAJM: (53)03
32: AL-NAHL: (16)44
33:AL-NAHL: (16)64
34: AAL-IMRAAN: (3)164, AL-JUMUAH: (62)02
35: Dr. Ghulam Mustafa Khan,(قرآن در شان محمد) ,Rasool number,Naqoosh,1/89
36: Dr.Saliha Abdul Hakeem Sharaf Ud Din, قرآن مجید کے اردو تراجم,(Qadeemi Kutab Khana,Karachi) P:67-69
37: // P: 70
38: // P: 70-71

A Journal of Students:
Department of Islamic Studies & Arabic

Justjoo

ISSN:2410-535X

Issue # 2 January-March,2015

Govt. College University,
Faisalabad Pakistan

ISSN:2410-535X

A Journal of Students:
Department of Islamic Studies & Arabic

Quarterly

Justjoo

ISSUE
2

Govt. College University Faisalabad.